ہفت روزہ
رازدان
کراچی
بھارت پھر
پاکستان
کی گھات
میں
قیمت
۴ روپے

WEEKLY RAZDAN KARACHI REGD. NO. S.2790

جلد ۸
شمارہ ۴۹
۱۴ دسمبر ۱۹۷۸ء

اس شمارے میں

جماعت اسلامی کا فسطائی طریق کار

چوہدری ظہور الٰہی کی جج سے واپسی کس انداز میں ہوئی

کچھ مصطفیٰ گوکل کے برادر نسبتی کے بارے میں

میاں طفیل فوج کو سیاست میں ملوث کر رہے ہیں

باجپائی نے کس کے اشارے پر دھمکی دی

مسلم لیگ شہید ملت کے ساتھ ہی فوت ہو گئی تھی

جنرل عارف کا انٹرویو

فدوی اخبارات کی شر انگیزیاں

پاکستان کے مسائل کا ذمہ دار کون ؟ ۔ ایک جائزہ

عثمان کینڈی کا انٹرویو

اور تمام مستقل سلسلے

مدیر اعلیٰ افر آزر

مدیران آغا مسعود حسین
قیصر ادیب

مدیر معاون مدثر مرزا

سرکولیشن :۔ چوہدری اقبال نذیر

دفتر انتظامیہ

۱۰۰۹/۸ ۔ عزیز آباد
فیڈرل بی ایریا ۔ کراچی ۳۸

بدل اشتراک

قیمت فی کاپی ۴/۔ روپے
سالانہ ۵۲ شمارے ۱۸۶/۔ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے ۹۳ روپے

ناشر قیصر ادیب نے انجمن پریس کراچی سے چھپوا کر
۵۹/۲، اے ایریا لیاقت آباد کراچی سے شائع کیا

اداریہ

منبر کی بے حرمتی آج بھی جاری ہے

یہ محرم الحرام کا مہینہ ہے۔ حق و صداقت کے لئے جنگ کرنے کے عزم کے اعادے کا مہینہ ہے۔ اور یہ مہینہ ہمیں یہ حوصلہ بھی عطا کرتا ہے کہ کفر و الحاد، شرک اور منافقت، شر اور بے راہ روی کی طاغوتی طاقتیں خواہ کتنی ہی مستحکم کیوں نہ ہوں، انہیں سامان حرب و دولت اور نفری کے اعتبار سے خواہ کتنی ہی برتری کیوں نہ حاصل ہو۔ اہل ایمان صحیح الفکر مسلمان انہیں کبھی خاطر میں نہیں لاتے ان کے خلاف جنگ اور جہاد کرتے ہیں اس حقیقت سے لاپرواہ ہو کر اس جنگ کا نتیجہ فوری اور دنیاوی طور پر کبھی ان کے حق میں نہیں نکل سکتا۔ سو وہ اپنی آل۔ اپنی اولاد، اور اپنا مال اور اپنی جان سب کچھ قربان کر دیتے ہیں اور شہادت کے رتبے پر فائز ہو کر طاغوتی قوتوں کو شکست پہنچاتے ہیں اور ثابت کر دیتے ہیں کہ حق اور صداقت ہی خیر ہے حق و صداقت کے لئے سب کچھ قربان کر دینا ہی خیر ہے اور یہی وہ مثبت قدر ہے جس پر یہ دنیا قائم ہوئی ہے

مسلمانوں کے لئے حضرت امام حسینؑ کی دکھائی ہوئی راہ صراط مستقیم ہے اور جو شمع انہوں نے اپنے خون سے روشن کی ہے وہ اس صراط مستقیم کو منور کئے ہوئے ہے۔ آج کے حالات میں واقعہ کربلا ہمارے لئے اپنے دامن میں بہت سے سبق رکھتا ہے

ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت امام حسینؑ جیسی ذی حشم ہستی امامت کرتے ہیں اور نہ صرف حضرت امام حسینؑ کے ساتھی بلکہ وہ یزیدی لشکر بھی آپ کی امامت میں نماز ادا کرتا ہے جس کا سردار حر تھا گویا یزیدی لشکر بھی آپ کے زہد و تقویٰ کو تسلیم کرتا ہے مگر وہ باطل اور دنیاوی قوتوں کے نمائندے یزید کے سامنے سرنگوں تھا اور نواسۂ رسول کے خون کا پیاسا تھا۔ یہی منافقت تھی یہی لوگ وہ تھے جو صراط مستقیم سے بھٹکے ہوئے تھے

اسی واقعہ کربلا کے حوالے سے ہم دیکھتے ہیں کہ طاغوتی قوت کے نمائندے ابن زیاد نے کس کس طرح منبر رسولؐ کی بے حرمتی کی اس نے منبر رسول پر چڑھ کر متعدد مواقع پر ایسے خطبے دیئے جن کا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ اپنے عیاش اور گناہ گار فاسق و فاجر یزید بن معاویہ کی ملوکیت کو مستحکم کر کے حق و صداقت کی تمام روایتیں مسمار کر دے۔ ابن زیاد ہی تھا جس نے شہادت حسینؑ کے بعد مسجد کے منبر پر چڑھ کر نہایت رعونت کے ساتھ خطبہ دیا اور کہا

"اللہ کا شکر ہے کہ اس نے حق کو ظاہر کیا اور امیر المومنین یزید بن معاویہ اور اس کے لشکر کو فتح کیا جھوٹوں کے جھوٹے حسین بن علی اور اس کے گروہ کو قتل کر ڈالا۔"

یزید اور اس کے وہ تمام سیاہ کار عمال جنہوں نے قتل حسین میں حصہ لیا اپنے تمام کام مسلمانوں کو بہکانے کے لئے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر کر رہے تھے۔ اور اس وقت کے عام مسلمان ہر چند کہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ غلط ہے، کذب اور افترا ہے یزید کی قوت سے خوف زدہ تھے اس سے ملنے والے مال نے ان کی زبانیں گنگ کر دی تھیں

یہی صورت حال آج بھی ہے، منبر رسول کی بے حرمتی آج بھی اسی طرح ہو رہی ہے جس طرح ابن زیاد نے کی تھی علمائے سو منبر رسول پر چڑھ کر، اللہ اور رسول کے نام سے ہر قسم کے جھوٹ اس قوم سے بولتے رہے ہیں اور بول رہے ہیں ماضی میں انہوں نے بہت سے جھوٹ بکے ہیں اور اب بھی بک رہے ہیں۔ ایک چیز کو ایک موقع پر حرام قرار دیتے ہیں اور جب ان کے اپنے حلوے مانڈے کا سوال آتا ہے تو اسی حرام کو حلال قرار دے دیتے ہیں اس سال اسی ماہ کی پہلی تاریخ کو اس ملک کے مسلمانوں کو یہ مژدہ سنایا گیا ہے کہ اس ملک میں اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ابتدائی اقدامات کر دیئے گئے ہیں

کاش جنرل ضیاء الحق کو اللہ یہ توفیق عطا فرمائے اور حسینؑ کے خون سے روشن ہونے والی شمع کا نور ان پر ان علمائے سو کے چہرے بھی واضح کر دے جو ایک عرصے سے اللہ اور اس کے رسول کے نام پر مسلمانوں کو دھوکے دیتے چلے آرہے ہیں۔ جن کے قول و فعل کا تضاد ابن زیاد کے کردار سے زیادہ مختلف نہیں یہ کام کچھ مشکل نہیں۔ ان علمائے سو کی تحریریں۔ اور تقریریں۔ اور ان کے اعمال سب اخبارات اور مختلف رسائل و کتب میں محفوظ ہیں ایک قرطاس سیاہ ان علمائے سو کا بھی تیار کر لیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس سے بڑھ کر اسلام کی بھلا کیا خدمت ہو گی کہ مسلمانوں کو علمائے سو کے جنگل اور دام سے نجات دلا دی جائے۔ اس کام کے لئے صرف عزم حسینؑ کی ضرورت ہے جو مصلحتوں اور دنیاوی آسائشوں پر اصولوں اور حق کو قربان نہیں ہونے دیتا۔ ہمارے خیال میں نظام مصطفےٰ کے نفاذ کے لئے پہلا قدم یہی ہے۔ اور ان علمائے سو نے اس قوم کے لئے بہت سے لات و منات تراش رکھے ہیں۔ سو سب سے پہلے ان ہی کی تکفیر ضروری ہے —— کاش جنرل ضیاء الحق ان شرمناک اور تکلیف دہ حقائق کو پہچان لیں اور اس قوم کو ان علمائے سو سے نجات دلا کر تاریخ میں اسم با مسمیٰ کہلانے کا شرف حاصل کریں

بھارت پھر ۔ پاکستان کی گھات میں

رازداں گزشتہ کئی شماروں سے مسلسل ان داخلی اور بیرونی خطرات کی نشاندہی کرتا چلا آرہا ہے جو ایک عوامی منتخب حکومت کی عدم موجودگی بنا پر اس ملک کی سالمیت کے لئے پیدا ہو چکے ہیں اور ہر گزرتے لمحے کے ساتھ یہ خطرات زیادہ شدید اور توانا ہوتے جا رہے ہیں ۔ اور اگر اب بھی ان خطرات ے نمٹنے کے لئے ٹھوس اور مثبت اقدامات نہ کئے گئے تو تھوڑے ہی عرصہ بعد ان خطرات کے سامنے سینہ سپر ہونا ہمارے لئے ناممکن ہو جائے گا

ہمیں یہاں ایک بات یاد رکھنی چاہیئے کہ پاکستانیوں کو ان تمام آرڈی ننسوں اور احکامات اور اقدامات کی بنا پر جن کے ذریعہ شہری حقوق سلب کئے جا چکے ، آزادی اظہار پر پابندیاں عائد ہیں ۔ آئین معطل ہے اور معطل شدہ آئین میں یکطرفہ شخصی ترامیم کی جا رہی ہیں محکوم ، مجبور ، غلام اور بے بس بنا کر اس پر یہ تصور سلط کیا جا سکتا ہے کہ قومی اتحاد کے نام پر چار جماعتوں کو حکومت میں شامل کرنے کے بعد حکومت کو عوامی حمایت حاصل ہو گئی ہے لیکن بیرونی ممالک صوص ان ممالک کو جن کے مابین عالمی طاقت منقسم ہے جن کی حمایت سے بعض ممالک ان کے کرائے کے فوجی بن کر ہر اصول کو پامال کرتے رہتے ہیں تاثر دینا ناممکن ہے اور ان سے موجودہ سول حکومت کو عوام کی منتخب حکومت تسلیم کرانا بعید از قیاس ہے کیونکہ ان پر اور ان ممالک کے اخبارات پر وہ ڈی ننس ، اقدامات احکامات اور آئینی ترامیم لاگو نہیں ہوتے جو پاکستانیوں اور پاکستانی اخبارات پر لاگو ہوتے ہیں ۔ پھر ان ممالک کے اپنے ایسے ثر ادارے ہیں جو اپنی حکومت کو یہ اطلاعات فراہم کرتے رہتے ہیں کہ سال کے کس حصے میں حکومت کی کتنی حمایت حاصل تھی اور عوام اس سے کتنے برانگیختہ تھے

چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اور قومی اتحاد کے بعض رہنماؤں سمیت تمام دنیا اس حقیقت کو تسلیم کر چکی ہے کہ ۱۹۷۷ء کے عام انتخابات میں ، بدعنوانیوں کا ڈھنڈورا زبردست تشہیر کی گئی تھی وہ اتنے بڑے پیمانے پر نہیں کی گئی تھیں جتنا کہ غل مچایا گیا ہے ۔ تمام دنیا اس حقیقت کو تسلیم کرتی ہے کہ ر وہ بدعنوانیاں نہ بھی ہوتیں تب بھی پیپلز پارٹی ہی ان انتخابات میں اکثریتی جماعت کی حیثیت سے ابھرتی اور حکومت بناتی ۔ یہی وہ بنیادی حقیقت ہے کہ جس بنا پر بیرونی ممالک کو ہم یہ تاثر دینے میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے کہ مسلم لیگ ، پی ڈی پی ، جمعیت العلمائے اسلام ، اور خاکسار جماعت کے چند لیڈروں کی شمولیت سے جودہ سول حکومت کو عوامی نیابت حاصل ہو گئی ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ۹ پارٹیوں کا وہ قومی اتحاد ، ۷۷ء کے الیکشن میں شرمناک شکست کھا چکا ہے جس میں سے ر پارٹیاں اسوقت حکومت میں شامل ہیں ۔ اور وہ جانتے ہیں کہ پاکستانی عوام کسی بھی اعتبار سے موجودہ حکومت کی پشت پر نہیں ہیں ۔

موجودہ حکومت کی یہی بنیادی خامی اور کمزوری در اصل وہ مہلک مرض ہے جس میں ۱۹۶۹ء ، ۷۰ء اور ۷۱ء کے دوران بھی حکومت مبتلا تھی اور اسی بنا پر لف ممالک کی جانب سے پاکستان کو دھمکیاں دی جا رہی ہیں جب افغانستان بلوچ اور پختون عوام کے حقوق کی بات شروع کی تھی تب بھی ہم نے حکومت کو بتایا اکہ پاکستان کے لئے پرانے خطرات نئے انداز میں پیدا ہو رہے ہیں پھر جب بھارت کے وزیر خارجہ اٹل بہاری باجپائی نے پاکستان اور بھارت کے مابین پاسپورٹ ویزا ختم کرنے کے بارے میں بڑے پرزور انداز میں تجویز پیش کی تھی تب بھی ہم نے کہا تھا کہ یہ تجویز دراصل بھارت کی بدنیتی کی آئینہ دار ہے

اور اب بھارت کی بدنیتی بالکل واضح ہو چکی ہے ، اٹل بہاری باجپائی نے کشمیری عوام کے حق خود اختیاری کی بات کرنے پر پاکستان کی سرزنش کی ہے اور اس مسئلہ پر پاکستان کو ڈھکے چھپے الفاظ میں جنگ کا الٹی میٹم دے دیا ہے یہ جانتے بوجھتے کہ تمام دنیا یہ تسلیم کرتی ہے کہ کشمیر ایک متنازعہ علاقہ ہے اور ں کے عوام کو حق خود ارادیت کے اصول کے مطابق استصواب کے ذریعے ابھی بھارت یا پاکستان سے الحاق کا فیصلہ کرنا ہے بھارت کو اس مسئلہ پر پاکستان کو یہ دھمکی ینے کی جرأت کیسے ہوئی ۔ ؟ اس سوال کا جواب بہت آسان ہے ۔ اور بھارت ایک سے زیادہ مواقع پر اس کا جواب ہر غیر منتخب حکومت کے دوران دے چکا ہے وہ راسی دور میں جب اس ملک پر غیر منتخب حکومتیں مسلط رہی ہیں یہ استدلال دیتا چلا آرہا ہے کہ جب اس ملک میں اس ملک کے عوام کو ہی شہری حقوق نہیں دیئے اتے تو پھر یہ ملک یعنی پاکستان دوسروں کے حق خود اختیاری کا چیمپئن کیسے ہو سکتا ہے یہ استدلال اپنی جگہ بہت وزن رکھتا ہے اور کسی بھی غیر منتخب حکومت ے لئے اس کا جواب دینا آسان نہیں وہ اس استدلال طمانچے کے سامنے اپنے دوسرا گال ہی پیش کر سکتی ہے ۔ طمانچہ مارنے والے کا ہاتھ نہیں پکڑ سکتی

بھارتی وزیر خارجہ کا یہ بیان جنگ کا الٹی میٹم ہے اور بھارت نے یہ الٹی میٹم تمام تیاریاں مکمل کرنے کے بعد دیا ہے اگر قومی اور ملکی سطح پر ہمارے رتوت یہی رہے اور ہماری بے راہ روی برقرار رہی تو اگلے برس کسی بھی دن صبح کے وقت ریڈیو پاکستان سے ہم یہ خبر سنیں گے کہ بھارت نے پاکستان پر حملہ کر دیا ہے بھارت نے پاکستان پر آئندہ حملے کے لئے کیا اقدامات کئے ہیں انہیں سمجھنے کے لئے صرف یہ بات کافی ہے کہ اس نے افغانستان سے دوستی اور تعاون کا دلیل ہو تہ کر لیا ہے ۔ جیسا ۷۱ء کی جنگ سے قبل روس اور بھارت کے مابین ہوا تھا ۔ اسطرح بھارت نے پاکستان کی شمال مغربی سرحد کو غیر محفوظ کر دیا ہے ۔ جبکہ افغانستا ں صدر تره کی کے برسر اقتدار آنے کے بعد پاکستان اور افغانستان کے تعلقات جتنی تیزی سے بگڑے ہیں وہ سب پر اظہر من الشمس ہیں ۔ داخلی طور پر عظیم تر رچستان کے قیام کے لئے اس ملک میں کوششیں شروع ہو چکی ہیں اور بھارت یقیناً اپنا اگلا حملہ اس وقت کرے گا جب عظیم تر بلوچستان کی تحریک پوری انائی سے ابھر کر اس ملک کو داخلی سورشوں اور ہنگاموں کی لپیٹ میں لے لے گا

سو اس مرحلے پر ہم پھر جنرل ضیاء الحق سے کہتے ہیں کہ وہ موجودہ سول حکومت کا ڈھکوسلہ ختم کر دیں جلد از جلد عام انتخابات کرائیں اور اس حقیقت ر سمجھیں کہ انتخابات کے نتائج بہر صورت مثبت ہوں گے کیونکہ اس ملک کا عام شہری ان لیڈروں سے زیادہ محب وطن ہے جو قومی اتحاد کی لوٹ پھوٹ کے باوجود یہ ٹ لگائے جا رہے ہیں کہ قومی اتحاد باقی ہے ضروری ہے کہ یہ تمام کارروائی بھارت کیطرف سے پاکستان کے لئے آگ بھڑکانے سے پہلے ہی مکمل ہو جائے ، ورنہ واقعی ل بہاری باجپائی کے بقول ہم آگ سے کھیل رہے ہوں گے

رازداں اخبار

اٹل بہاری باجپائی کی دھمکی

جارحانہ عزائم کی آئینہ دار ہے

بھارت اب آزاد کشمیر ہڑپ کرنے پر تلا بیٹھا ہے

اسلام آباد میں مقیم بعض ذمہ دار سفارتی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ بھارت کے وزیر خارجہ مسٹر اٹل بہاری باجپائی نے مقبوضہ کشمیر سے متعلق جو بیان دیا ہے وہ ایک سپر پاور کے اشارے پر دیا ہے تاکہ حالات سے فائدہ اٹھا کر نہ صرف مقبوضہ کشمیر کو مکمل طور پر بھارت میں ضم کر لیا جائے بلکہ آزاد کشمیر پر بھی قبضہ کر لیا جائے اور اس تاریخی تجارتی راستے یعنی شاہراہ ریشم کو کاٹ دیا جائے جو بھارت اور ایک سپر پاور کے دلوں میں تعمیر کے روز اول سے کانٹے کی طرح کھٹک رہی ہے ان ذرائع نے بتایا ہے کہ بھارت اور سپر پاور کا مسئلہ مشترکہ مفاد ا[...] کا حامل ہے۔ مثلاً بھارت مقبوضہ کشمیر پر قب[...] کرنے کے علاوہ آزاد کشمیر کو بھی ہڑپ کرنا چاہ[...] ہے جبکہ سپر پاور شاہراہ ریشم کو کاٹ کر چین کو ج[...] مغرب کی جانب سے کاٹ کر تیری حصار میں می[...] کرتا چاہتا ہے چنانچہ جب مسٹر اٹل بہاری باجپائی نے گذشتہ ماہ سوویت یونین کا دورا کیا تھا [...] وہاں آزاد کشمیر اور شاہراہ ریشم پر تفصیل سے [...] کی گئی تھی اور مسٹر باجپائی کو مشورہ دیا گیا تھا کہ پا[...] کے ساتھ خیر سگالی کے جذبات کا زیادہ مظاہرہ نہ [...] جائے بلکہ ڈراتے دھمکانے کی پالیسی کو اختیار کیا جا[...] تاکہ موجودہ حالات سے فائدہ اٹھا کر آزاد کشمیر [...] فوجی قبضہ کیا جا سکے۔

ہر چند کہ پاکستان کے بعض سیاسی رہنماؤں نے [...] مسٹر باجپائی کے بیان کی سخت ترین الفاظ میں مذم[...] کی ہے لیکن کیونکہ اس وقت پاکستان میں کوئی نمائن[...] حکومت نہیں ہے بلکہ ملک کا نظم و نسق فوج کے [...] ہاتھوں میں ہے، اسلئے بھارتی سیاست داں پاک[...] کی غیر نمائندہ پوزیشن سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نہ [...] ایسے بیانات داغ رہے ہیں بلکہ کوئی بعید نہیں کہ بھ[...] عناصر دوستی کے نام پر آزاد کشمیر پر حملہ کر دیں۔

ان سفارتی ذرائع نے مزید کہا ہے کہ پاکستا[...] خارجہ پالیسی کے خدوخال تقریباً معدوم ہو چکے ہیں او[...] من مانے انداز میں خارجہ پالیسی چل رہی ہے جب کہ[...] کی موثر رہنمائی کرنے والا کوئی شخص بھی موجود نہیں [...]

کراچی پریس کلب کے انتخابات

کراچی پریس کلب کے سالانہ انتخابات یکم دسمبر کو منعقد ہوئے۔ ماضی کی طرح پولنگ کا تناسب نوے فی صد تھا۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کراچی پریس کلب کو اپنی سابقہ روایت کے مطابق کراچی کے کارکن صحافیوں کی مکمل حمایت اور مرکزیت حاصل ہے

پریس کلب کے ان انتخابات کا سب سے دلچسپ پہلو یہ تھا کہ پولنگ کے دوران اخباروں کی جعلی تنظیم کے "ٹاوٹ" بھی اپنا حق رائے دہی استعمال کرنے آئے تھے۔ لیکن وہ جس طرح آئے وہ منظر قابل دید تھا۔ ان کو کوئی پوچھنے والا نہیں تھا۔ بلکہ مارننگ نیوز کا سرکاری سٹی ایڈیٹر اپنی ندامت کو چھپانے کے لئے سیاہ چشمہ پہنے ہوئے تھا جبکہ پنجابی لابی کا ایک امپورٹ رپورٹر اپنی روایتی بے حیائی سے سب سے زبردستی ہاتھ ملا کر اپنی جھینپ مٹانے کی کوشش کر رہا تھا تاہم انہیں ووٹ دینے کا حق دیا گیا تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ کراچی کے کارکن صحافیوں نے جن اداروں کو قائم کیا ہے وہ جمہوریت کی بنیاد پر پروان چڑھے ہیں

پریس کلب کے انتخابات نہایت ہی دلچسپ رہے۔ مارننگ نیوز کے سینئر رپورٹر منصور عالم نے حبیب غوری کا اچھا مقابلہ کیا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ان دونوں کے درمیان مقابلے میں تھوڑی بہت دلچسپی تھی ورنہ حسینی اور منصور احمد شاہ کے درمیان مقابلہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ شام کو انتخابات کے نتائج کا اعلان کیا گیا تو منصور احمد شاہ اور حبیب غوری کو بالترتیب صدر اور سیکریٹری منتخب کر لیا گیا جب کہ ایس ایم آزاد، شمیم عالم اور غوثی پہلے ہی بالترتیب بلامقابلہ نائب صدر، جوائنٹ سیکریٹری، اور خزانچی منتخب ہو چکے ہیں

چودھری ظہور الٰہی

حج بیت اللہ سے واپس آ گئے

وہ فالتو سامان مفت لیجانے پر بضد تھے

ذکر ۲۵ ہزار کی گھڑی کے کلیم کا جو چودھری ظہور الٰہی نے داخل کیا

محنت کے نامزد وزیر فنٹ کانسٹیبل ...ہدری ظہور الٰہی جب گذشتہ دنوں فریضہ حج ...ے واپس آئے تو اپنے ساتھ نہ صرف ان گنت ...ی سازوں سامان لائے بلکہ پی آئی اے اور ...ے سے غیر قانونی مراعات حاصل کرکے یہ ...کر دیا ہے کہ بدعنوانیوں کا تعلق کسی حکومت ...یں بلکہ ذہن سے ہوتا ہے

...فٹ کانسٹیبل چودھری ظہور الٰہی جب پندرہ ...کے ہمراہ فریضہ حج کے بعد کراچی پہنچے تو انہوں ...آئی اے سے غیر معمولی مراعات حاصل کرنے ...کوشش کی۔ اس

...ے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے ساتھ لائے ...والے سامان پر جو مقررہ حد سے بہت زیادہ ...کرایہ دینے کے لئے راضی نہیں تھے۔ جب ...پر موجود پی آئی اے کے عملے نے انھیں بتایا ...ایک ٹکٹ پر بیس کیلو سامان لے جانے ...ذات ہوتی ہے اور آپ کے ساتھ پہلے

ہی رعایت کرتے ہوئے چالیس کیلو سامان کی اجازت دے دی ہے اس لئے اضافی وزن کے ضمن میں آپ کو پیسے ادا کرنے ہوں گے۔ اس پر چودھری ظہور الٰہی برہم ہو گئے۔ انھوں نے پی آئی اے کے عملے کو دھمکی دی کہ وہ انھیں جنرل ضیاء سے ٹھیک کرا دیں گے لیکن پی آئی اے کا عملہ ان کی دھمکیوں سے مرعوب نہیں ہوا۔ بعد میں اس فٹ کانسٹیبل نے (جو خوشامد کے ذریعہ وزیر بنا ہے) پی آئی اے کے قائم مقام سربراہ انور جمال سے ٹیلیفون پر رابطہ قائم کیا اور پی آئی اے کے عملے کی شکایت کی۔ لیکن انور جمال نے بھی انھیں وہی جواب دیا اس پر چودھری ظہور الٰہی بہت دیر تک جز بز ہوتے رہے بالآخر انہوں نے اضافی سامان کا کرایہ ادا کیا۔ بعد میں انہوں نے پی آئی اے کے اُس عملے کو دھمکی دیتے ہوئے کہا کہ وہ کل جنرل صاحب سے ملیں گے اور ان کو ٹھیک کرا دیں گے۔

در ایں اثنا ان کی صاحبزادی وی آئی پی لاؤنج میں اپنی گھڑی (جس کی قیمت پچیس ہزار روپے تھی) بھول آئیں۔ پی آئی اے کے عملے نے اس گھڑی کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ اس اثنا میں جب فٹ کانسٹیبل اپنے خاندان کے ہمراہ لاہور پہنچا اور اس کو اپنی لڑکی کی گھڑی کے گم ہو جانے کا پتہ چلا تو اس نے پی آئی اے پر تیس ہزار روپے کا ہرجانہ دائر کر دیا لیکن پی آئی اے کی انتظامیہ نے فوراً ہی ان کی بیٹی کی اس گھڑی کو دے کر تیس ہزار روپے کے ہرجانے کا نوٹس کو کالعدم قرار دیا

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ چودھری ظہور الٰہی اپنے ساتھ سعودی عرب سے لاکھوں روپے کا قیمتی ساز و سامان لائے ہیں انھوں نے کسٹمز سے نکلنے کا پہلے ہی معقول بندوبست کر لیا تھا۔ چنانچہ جب وہ کراچی ائیرپورٹ پر اترے تو ان کا سارا سامان بغیر چیک کئے ہوئے نکال دیا گیا۔ چودھری ظہور الٰہی اپنے ساتھ سعودی عرب سے کیا کیا لائے اس کا اندازہ ان کی بیٹی کی گھڑی سے لگایا جا سکتا ہے جس کی قیمت صرف پچیس ہزار روپے تھی۔

میر صاحب قرآن سے متاثر ہو گئے

عام انتخابات پیپلز پارٹی کے لیڈروں کے محاسبے کے بعد ہو سکتے ہیں

"جب تک پاکستان پیپلز پارٹی کے لیڈروں اور حامیوں سے پوری طرح حساب کتاب نہیں لیا جاتا ہے تب تک انتخابات ناممکن ہیں" یہ بات وفاقی وزیر دفاع میر علی احمد تالپور نے ضلع سانگھڑ میں صحافیوں سے گفتگو کرتے ہوئے کہی

انتخابات کے متعلق میر صاحب نے کہا کہ "۱۹۷۳ء کے آئین کے تحت انتخابات بہر صورت میں نہیں کرائے جائیں گے"۔ انہوں نے کہا کہ وہ آئین بھٹو نے اپنی ذاتی حفاظت کے لئے بنایا تھا۔ جب ان کو بتایا گیا کہ دوسری سیاسی جماعتوں کے لیڈروں نے بھی آئین پر دستخط کئے ہیں تو میر صاحب نے کہا کہ محاسبہ کا عمل پورا ہونے کے بعد انتخابات کرائے جا سکتے ہیں۔ اس سوال پر کہ یہ عمل کب تک چلے گا۔ انہوں نے مسکرا کر کہا "کہ آج بھی جرمنی میں نازیوں کا محاسبہ جاری ہے اسی طرح جب تک مکمل طور پر پاکستان پیپلز پارٹی اور ان کے دھاندلی باز لیڈروں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا میری ذاتی رائے ہے کہ انتخابات ہونے ہی نہیں چاہئیں

ان سے کہا گیا کہ عوام ہی وہ واحد طاقت ہیں جو کسی بھی جماعت کو رد یا بحال کر سکتے ہیں۔ میر صاحب نے بلند آواز میں کہا کہ ہم اقتدار کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے انہوں نے کہا کہ بھٹو ڈکٹیٹر تھا۔ اب وہ جنرل ضیاء کو ڈکٹیٹر ہونے کے طعنے دے رہا ہے۔ انہوں نے جنرل ضیاء کی تعریف کرتے ہوئے کہا کہ وہ عوام سے کئے ہوئے وعدے ضرور پورے کریں گے۔ جب ان سے پوچھا کہ وہ سوشلسٹ نظریہ رکھتے ہوئے بھی کیسے اسلام پسند جماعتوں سے مل کر حکومت میں شامل ہو گئے تو میر صاحب نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ میں قرآن شریف سے متاثر ہوا ہوں۔

انہوں نے کہا کہ میں اسلامی نظام کا حامی ہو گیا ہوں۔ بہرحال بیسویں صدی میں کمیونزم کا فلسفہ

میر صاحب کہتے ہیں

مجھے ڈی پروسسنگ پلانٹ سے

کوئی دلچسپی نہیں

یہاں پر نہیں چل سکتا ہے ہو سکتا ہے کہ کارل مارکس نے بھی قرآن شریف سے متاثر ہو کر کمیونزم کا فلسفہ پیش کیا ہو کیونکہ قرآن شریف بھی عظیم فلسفہ ہے۔

میر صاحب کو بتایا گیا کہ ترقی پسندوں کا خیال ہے کہ پاکستان کو کوئی بیرونی طاقت نقصان پہنچا رہی ہے اور پاکستان کو داخلی طور پر کمزور کر رہی ہے تاکہ رجعت پرست مضبوط ہو جائیں تو میر صاحب نے سوال کیا کہ وہ کون سے ترقی پسند ہیں انہوں کہا کہ یہ پاکستان پیپلز پارٹی والوں کا پروپیگنڈہ ہے۔ اور پاکستان کو کوئی خطرہ نہیں

ری پروسیسنگ پلانٹ کے متعلق میر صاحب نے کہا کہ "مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں۔ مجھے کسی پر ایٹم بم نہیں گرانا ہے"۔

ان کی توجہ ایران اور افغانستان کے حالیہ واقعات کی طرف مبذول کراتے ہوئے پوچھا گیا کہ کیا ان تبدیلیوں سے پاکستان اثرات پڑیں گے" میر صاحب نے کہا کہ یہ ان ممالک کے داخلی [illegible] ہیں بس کچھ نہیں کہونگا۔

اس سوال پر کہ "نواب شاہ کے افسوسناک واقعہ کے ملزم کا کیا بنا؟" میر صاحب نے جواب دیا کہ اس شخص پر جو کچھ بیتی وہ وہاں جا کر دیکھو"

اس واقعہ پر احتجاج کرنے والے طلبہ پر ہونے والے تشدد کے بارے میں انہوں نے کہا "قانون سے کھیلنے والوں کو نہیں بخشا جائیگا"

سندھ ہر رجمنٹ کے بارے میں ایک سوال پر انہوں نے بتایا کہ یہ کام اتنی جلدی نہیں ہو سکتا۔ صبر کریں کام چل رہا ہے۔

"جی۔ ایم سید کے متعلق انہوں نے بتایا کہ وہ انشاءاللہ آزاد ہو گا بعض اخبارات پر پابندی کے متعلق انہوں نے کہا کہ یہ اخبارات فحش گالیاں دے رہیں تھے اس لئے مذکورہ اقدام کئے گئے ہیں۔ جب اس سلسلے میں ان توجہ جسارت کے قابل اعتراض خبروں کی طرف مبذول کرائی گئی" تو انہوں نے بتایا کہ "جسارت کا جھوٹ لکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا"

اس سوال پر کہ آپ جسارت باقاعدگی کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ میر صاحب نے کہا کہ میں اخبار تو نہیں پڑھتا البتہ مجھے یقین ہے کہ وہ اخبار جھوٹ نہیں لکھ سکتا۔

صحافیوں کے طرف سے چلائی گئی حالیہ جدوجہد کے بارے میں انہوں نے کہا کہ منہاج برنا بھٹو کے ایجنٹ ہیں اور یہ تحریک امن و امان کو تباہ کرنے اور بھٹو کو آزاد کرانے کے لئے چلائی گئی تھی"

میاں طفیل فوج کو سیاست میں کیوں ملوث کر رہے ہیں

جنرل ضیاء الحق کے نام یادداشت

باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ معاشرے کے بعض غیر سیاسی ذمہ دار افراد نے حال ہی میں صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق کو ایک یادداشت روانہ کی ہے جس میں ان سے کہا گیا ہے کہ جماعت اسلامی کے امیر میاں طفیل محمد نے اپنے ٹی وی انٹرویو میں فوج اور جماعت اسلامی کے مابین خصوصی تعلقات کی جو بات کہی ہے اس میں کہاں تک صداقت ہے اور یہ کہ فوج جیسے ادارے کو ایک جماعت سے وابستہ کر کے میاں طفیل محمد کیا مقاصد کو حاصل کرنا چاہتے ہیں

اس ضمن میں نمائندہ "راز داں" کو معلوم ہوا ہے کہ میاں طفیل محمد نے ٹی وی میں فوج سے متعلق جن کلمات میں اپنے تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت کہے گئے تھے تاکہ ملک جمہوریت پسند پارٹیاں خصوصاً پی پی پی کے حامی کارکنوں کے حوصلے پست ہوں اور وہ جماعت اسلامی کو فوجی جنتا کا ترجمان سمجھ کر اس کے سائے میں پناہ لینے کو ہی عافیت سمجھیں

بہرحال اس یادداشت میں بعض اہم سوالات اٹھائے گئے ہیں مثلاً کیا جماعت اسلامی کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ فوج کو پاکستان کی سیاست میں ملوث کرے؟ اور کیا جماعت اسلامی کو فوج کے ناطے دیگر سیاسی جماعتوں کو ڈرانے دھمکانے اور یہاں پر "الشمس" و "البدر" تنظیمیں قائم کرنے کا حق پہنچتا ہے؟ دراصل اس مجوزہ یادداشت میں یہ بنیادی سوالات کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر ان کے جوابات مل گئے تو جماعت اسلامی کے کردار کا قطعی تعین بھی کیا جا سکے گا تاکہ معاشرے کے پڑھے لکھے افراد اس "تنظیم" سے ہوشیار رہیں جس کے بارے میں ہمارے بعض سیاسی رہنما بڑے دو ٹوک الفاظ میں اپنے شبہات کا اظہار کر چکے ہیں اور جس کے متعلق یہ تاثر عام ہے کہ وہ مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا لبادہ اوڑھ کر سامراجیت اور صیہونیت کے مقاصد کی تکمیل میں مصروف رہی ہے اور مصروف ہے۔

مصطفیٰ گوکل کے برادر نسبتی اسمگلنگ میں ملوث ہیں؟

باوثوق ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ وفاقی وزیر مسٹر مصطفیٰ گوکل کا سالا غلام رسول گوکل لوہے کی بحیثیت اسمگلنگ کے کاروبار کر رہا ہے اور اس کو اس ناجائز اور غیر قانونی کاروبار میں اپنے بہنوئی کی مکمل حمایت حاصل ہے

ان ذرائع نے نمائندہ "راز داں" کو بتایا کہ غلام رسول گوکل حال ہی میں گڈانی بیچ سے کئی ہزار ٹن لوہا بغیر کسٹم ڈیوٹی کے ٹرک پر رکھ کر باہر لے آیا لوہے سے بھرا ہوا ایک ٹرک جب رات کی تاریکی میں گڈانی بیچ سے آ رہا تھا تو کسٹم کے عملے نے پکڑ لیا لیکن غلام رسول نے کسٹم کے عملے کو رشوت دے کر وہ ٹرک چھڑا لیا۔ یہ بات کسی طرح ایف آئی اے کو معلوم ہو گئی جس نے اس کے خلاف کیس رجسٹرڈ کر لیا ہے۔ اس صورت کو دیکھتے ہوئے اس نے ایک مقامی جج حامد علی قریشی سے قبل از گرفتاری ضمانت منظور کرا لی ہے

اب غلام رسول گوکل اپنے بہنوئی کے ذریعہ ایف آئی اے پر دباؤ ڈلوا رہا ہے کہ اس خلاف کیس ختم کر دیا جائے

دسواں صفحہ — آغا مسعود حسین

پاکستان بنانے والی مسلم لیگ تو

شہید ملت کے ساتھ ہی وفات پا چکی ہے

ہر آمر نے مسلم لیگ کو اقتدار کے حجلۂ عروسی میں سجا کر رکھا اور اپنا مطلب پورا کرتا رہا

پاکستا مسلم لیگ کے ایک صدر جناب پیر صاحب پگارا نے کہا ہے کہ ملک میں انتخابات اسی وقت ہونگے جب مسلم لیگ چاہے گی۔ یعنی مسلم لیگ کی مرضی کے بغیر موجودہ فوجی حکومت بھی عام انتخابات نہیں کرا سکتی ہے جناب پیر پگارا کے یہ "زدیں الفاظ" پاکستان کے موجودہ سہمے ہوئے سیاسی ماحول میں ارتعاش دار لتعاش کا باعث بن رہے ہیں، وہ اس لیے بھی کہ پاکستان مسلم لیگ کی سیاسی قوت و حیثیت چہ پدی اور چہ پدی کے شوربہ کے برابر ہے۔ یعنی پاکستان کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ اس جماعت میں نہ تو کوئی دم خم ہے اور نہ ہی اس کی قیادت میں وہ کشش ہے جو ملک کے عوام کو اپنی جانب راغب کر کے ان کی رہنمائی کر سکے چنانچہ اس حیثیت کے باوجود پیر صاحب پگارا انتخابات کے متعلق اس قسم کے بیانات دے رہے ہیں تو پھر یہ سوچنا ہی پڑتا ہے کہ ان کے پیچھے کونسی قوتیں کام کر رہی ہیں؟

مسلم لیگ کا انتقال پُرملال تو اسی وقت ہو گیا تھا جب ایک سازش کے ذریعہ قائد ملت لیاقت علی خاں کو راولپنڈی میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے جسدِ خاکی میں مصنوعی جان ڈالنے کی کوشش ہر آمر نے کی۔ غلام محمد نے سکندر مرزا اور ایوب خان کے تعاون سے ہی سیاست دانوں کو اپنے ساتھ ملا کر اس مسلم لیگ کے ذریعے اپنے اقتدار کو طول دیا بعد میں سکندر مرزا نے اور ان کے جانشینوں نے یعنی ایوب خاں اور یحییٰ خاں نے اس جماعت کے ساتھ وقتی نکاح کر کے اسے اپنے اقتدار کے حجلہ عروسی میں اپنی امنگوں اور آرزوں کے کر رکھا اور وصال کی تمام لذتوں لطف اندوز ہوتے رہے اور جب وقت کے سیلِ نام

> **عوام کی قوت**
>
> **کا سرچشمہ**
>
> **صرف پیپلز پارٹی ہے**

مغرب میں اقتدار کا سورج ڈھلنے لگا اور اس جماعت کا سارا حسن اقتدار کے حجلہ عروسی میں رسوا نہ بام ہوا تو اس وقت ملک ٹوٹ چکا تھا اور اقتدار پرست ٹولہ اس قوم کو ہر ذلت و رسوائی دے کر اپنے کمین گاہوں میں روپوش ہو گیا تھا۔ لیکن ایک بار پھر جب عوام کے اقتدار کو لوہے کے ہاتھوں اور شعلہ اگلتی ہوئی آنکھوں کی ننگی قوت کے سامنے سرنگوں کر دیا گیا تو پھر اسی مسلم لیگ کے کہنہ رخساروں پر خواہشات کی غازہ اور نئے کپڑے پہنا کر اقتدار کے حجلہ عروسی میں داخل کر دیا تاکہ ایک بار پھر اقتدار کی چھاؤں میں اس کی جوانی کو ابھارا جائے یہ ہے اس جماعت کا پس منظر جس کا ایک سربراہ ببانگ دہل کہہ رہا ہے کہ جس وقت ان کی جماعت چاہے گی، ملک میں انتخابات ہونگے

اس وقت ہم پیر صاحب پگارا کی جماعت کے سلسلے میں مذکورہ پس منظر کو بتانے کے علاوہ اور کوئی تبصرہ نہیں کریں گے کیونکہ اس وقت انھیں اقتدار کے حجلۂ عروسی سے نکالنے کے لئے "پنجاب لابی" اپنا کام دکھا رہی ہے اور محمد حسین چھٹہ کی صورت میں ایک نئی دلہن کا اہتمام بھی کر لیا ہے یہ وقت پیر صاحب پگارا کے لئے بڑا عبرت کا ہے۔ کیونکہ وہ اس غلط فہمی میں مبتلا تھے کہ اقتدار کی شام کبھی نہیں آتی ہے اور اقتدار کے حجلۂ عروسی میں صرف ایک ہی جماعت کے حسن پر اکتفا کیا جاتا ہے اور اب جب انھیں اپنی حقیقت کا پتہ چل گیا ہے تو وہ اپنی ساکھ کو قائم رکھنے اور بازار میں اپنی قیمت کو مستحکم کرنے کے لئے الٹے سیدھے بیان داغ رہے ہیں تاکہ اقتدار پر فائز عناصر کو یہ معلوم ہو سکے کہ ان میں اب بھی کشش ہے اور ان کی رہی سہی جماعت اب بھی حکومت وقت کے مزاج کے تقاضوں کو پورا کر سکتی ہے۔

جنرل عارف لکھتے ہیں

موجودہ وزراء صرف جنرل ضیاء کو جواب دہ ہیں

سوال :۔ اسوقت پاکستان میں جو سول کابینہ ہے وہ غیر نمائندہ ہے ان کی قوت کا سرچشمہ نہ تو آئین ہے اور نہ عوام تو پھر وہ کس کے سامنے جواب دہ ہیں

جواب :۔ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے سامنے!

سوال :۔ اس کا مطلب یہ اخذ کیا جائے کہ وہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر کے ذاتی ملازم ہیں ؟

جواب :۔ جی ہاں! وہ سی ایم ایل کی وضع کردہ پالیسی اور احکامات کے اندر رہتے ہوئے کام کر رہے ہیں

سوال :۔ کیا کابینہ کے وزراء جیسا کہ عام تاثر ملتا ہے، بے اختیار ہیں ۔وہ آزادانہ طور پر کوئی فیصلہ نہیں کر سکتے ہیں ؟

جواب :۔ میں نے پہلے کہہ دیا ہے کہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر ان کے قائد ہیں اور ان کی وضع کردہ پالیسیوں کے دائرہ میں رہتے ہوئے یہ وزراء کام کر رہے ہیں

سوال :۔ یہ وزراء کس کی نمائندگی کر رہے ہیں، فوج، عوام، یا پھر جنرل ضیاء الحق کی؟

جواب :۔ جنرل عارف نے اس سوال کا جواب نہیں دیا۔

سوال :۔ پاکستان قومی اتحاد میں شامل کچھ جماعتوں نے حکومت میں شمولیت اختیار کر لی ہے ۔جبکہ کچھ حکومت سے باہر ہیں، تو آپ یہ بتائیے کہ اس میں عوام کی نمائندگی کون سی جماعتیں کر رہی ہیں ۔ وہ جو کہ حکومت میں شامل ہو چکی ہیں یا پھر وہ جو حکومت سے باہر ہیں ؟

جواب :۔ ہم نے پاکستان قومی اتحاد میں شامل تمام جماعتوں سے کہا تھا کہ وہ حکومت میں شامل ہو جائیں لیکن ان میں بعض جماعتیں شامل ہوئیں اور بعض نہیں، ہماری دعوت قبول کرنا یا پھر اس کو مسترد کرنا ان کا ذاتی مسئلہ ہے.

سوال :۔ قیام پاکستان کے بعد سے پاکستان کی فوج نے تین مرتبہ عنان حکومت سنبھالا ہے اور ہر مرتبہ ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے ۱۹۶۵ء میں تاشقند، ۱۹۷۰ء میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی اور موجودہ بحران، اسطرح پاکستان کے

پاکستان کو نقصان پہنچانے کی ذمہ داری ... اور سیاست دانوں پر ہے

قیام کے پینتیس برسوں میں فوج ۱۵ سال اقتدار میں رہی ہے ۔ کیا آپ یہ محسوس کرتے ہیں کہ پاکستان کو نقصان پہنچانے میں فوج سیاست دانوں کے ساتھ برابر کی شریک ہے ؟

جواب :۔ میں آپ سے اتفاق کرتا ہوں ہمیں اس حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیئے لیکن پاکستان کو نقصان پہنچانے کی بڑی ذمہ داری سیاست دانوں پر عائد ہوتی ہے، جنہوں نے بسا اوقات ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ فوج کو مداخلت کرنا ہی پڑی

سوال :۔ جنرل ضیاء نے پاکستان کے معاملات میں فوج کے کردار کی مستقل نمائندگی کرنے کی نشاندہی کی ہے انہوں نے پاکستان کے لئے ترکی طرز کے آئین کی بھی بات کی ہے، کیا یہ پاکستان کی تمام مسلح افواج کے خیالات ہیں ؟

جواب :۔ یہ ان کے ذاتی خیالات ہیں

سوال :۔ پاکستان میں عدلیہ اور پولیس کی طرح فوج بھی عوام کی ملازم ہے. فوج نے پاکستان کا تین مرتبہ نظم و نسق چلایا لیکن بری طرح ناکام ہو گئی، کیوں نہ ہم اب عدلیہ اور پولیس کو موقع دیں کہ وہ حکومت کا نظم و نسق چلائے صرف فوج ہی پاکستان کے معاملات میں مداخلت کرتی ہے ایسا کیوں ہے؟

جواب :۔ فوج اسوقت ملک کے معاملات میں مداخلت کرتی ہے جب ملک کا نظم و نسق مفلوج ہو جاتا ہے، فوج قانون کی حکمرانی اور عوام کا حکومت میں اعتماد بحال کرنے کے لئے آتی ہے

سوال :۔ لیکن عارف صاحب آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ پولیس ملک کے نظم و نسق قائم رکھنے کی ذمہ دار ہوتی ہے اسوقت مارشل لاء میں بھی فوج کا تمام تر انحصار پولیس پر ہے اور جہاں تک عوام کے اعتماد کا تعلق ہے تو عوام کو عدلیہ پر زیادہ بھروسہ ہے، میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ فوج نے ملک میں تین مرتبہ حکومت کی اور تینوں مرتبہ ملک کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے ۔ اس لئے اب ملک کے دو دوسرے اداروں یعنی عدلیہ اور پولیس کو حکومت کرنے کا موقع دینا چاہیئے، جہاں تک انتظامی امور کے چلانے کا تعلق ہے تو نوکر شاہی انتظامی امور ہر دور میں چلاتی رہی ہے ۔تو کیوں نہ ان اداروں کو حکومت چلانے کی دعوت دی جائے ۔ اور اگر نہیں تو کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ فوج کے کچھ جنرل بہت زیادہ AMBITIOUS ہیں؟

جواب :۔ میں کسی حد تک آپ کے سوال سے اتفاق کرتا ہوں ۔لیکن عوام کو بحران کے حالات میں سب سے زیادہ فوج پر ہی اعتماد ہوتا ہے

فدوی اخباروں کی ناپاک صحافت

وہ سیاں کوتوال کے اشارے پر مداری کے طوطے کی طرح توپیں داغ رہے ہیں

سپریم کورٹ میں سابق وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو کی اپیل کی سماعت آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہے اور خیال ہے کہ آئندہ ماہ کسی بھی تاریخ کو سپریم کورٹ اپنا فیصلہ دے گی نام نہاد آزادی صحافت کے علمبردار غدوبانہ اداب صحافت کے اسرار و رموز سے واقف اخبارات و جرائد بڑی ڈھٹائی سے توہین عدالت کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ انہیں معلوم ہے کہ ان کا سیاں کوتوال ہے۔ یہ فدوی اخبارات و جرائد وہ ہیں جو دوسروں کے پھٹے دامن پر تو نکتہ چینی کرتے ہیں اپنی شرمناک برہنگی کی طرف نہیں دیکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی بھی بھٹو کے حامی اخبارات نے بھٹو کے حق میں ذرا کھل کر اظہار خیال کی کوشش کی تو یہی آزادی صحافت کے ٹھیکیدار فوراً اس کو عدالتی کاروائی میں مداخلت اور توہین عدالت کا نام دیکر واویلا مچاتے رہے ہیں لیکن جب یہ خود کھلم کھلا توہین عدالت کے مرتکب ہوتے ہیں تو انہیں خود ذرا بھی شرم نہیں آتی - نہ ان کا کوئی نوٹس لینے والا ہوتا ہے کیونکہ جن لوگوں کو نوٹس لینا چاہیئے وہ جانتے ہیں کہ سیاں کوتوال کی کیا مرضی ہے اس وقت ہم اپنے قارئین کی توجہ چند ایسے ہی جرائد و رسائل کے مضامین کی طرف مبذول کروا رہے ہیں جنہیں سپریم کورٹ میں زیر سماعت اپیل کے موقع پر ایسے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے کہ جو نہ صرف توہین عدالت بلکہ مروجہ اخلاقی اقتدار کے بھی سراسر منافی ہے

قارئین کرام ذوالفقار علی بھٹو جہاں ملک کے ایک کثیر طبقے کے ہردلعزیز سیاست دان اور لیڈر ہیں وہاں مٹھی بھر کینہ پرور لوگ ان کے جانی دشمن بھی ہیں اور یہ بات صرف بھٹو صاحب ہی کے ساتھ ہی دیکھنے میں آئی ہے کہ جہاں ملک کے عوام کی بڑی تعداد اُن کی جان بچانے کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کو تیار ہیں وہاں ان کے دشمن انھیں صفحہ ہستی سے مٹانے کے لیے اپنا سب کچھ داؤں پر لگانے کو تیار بیٹھے ہیں چنانچہ وہ اس سلسلہ میں اس قدر آگے بڑھ چکے ہیں کہ انھیں سوائے بھٹو کی موت کے کوئی دوسری صورت اپنی گرتی ہوئی سیاسی ساکھ کو برقرار رکھنے میں معاون نظر نہیں آتی ان کی بے مروپا سیاست کی بقا کا راز اس میں مضمر ہے کہ ملک میں کوئی باشعور تعلیم یافتہ روشن خیال اور صاحب فہم و ہوش سیاستدان ان کے بہ مقابل نہ رہے اپنی اس کوشش میں کامیابی حاصل کرنے کے لئے وہ ایسے اخبارات اور جرائد کی مشترکہ سازشوں سے کوئی نہ کوئی ایسا شوشہ چھوڑتے رہتے ہیں جن کا مقصد سوائے بھٹو صاحب کی کردار کشی کے اور کچھ نہیں ہوتا - اگرچہ کردار کشی کی یہ مہم پچھلے پندرہ سولہ ماہ سے بے اثر ثابت ہو رہی ہے - اخبارات اور واقعات گواہ ہیں کہ اس کردار کشی کے نتیجہ میں بھٹو کی مقبولیت میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے لیکن کیا کہا جائے ان گندی ذہنیتوں کو جو اب بھی اپنے منفی انداز فکر کو جائز سمجھتے ہوئے نا جانے کہاں کہاں سے تلاش کر کے ایسے افراد کے انٹرویو چھپواتے اور چھاپتے ہیں جو اپنا ضمیر فروخت کر کے بھٹو کو برا بھلا کہنے پر تیار ہو جائیں اور ان کے منہ سے ایسی ایسی باتیں کہلوائی جا رہی ہیں جو بلاواسطہ یا بالواسطہ طور پر مقدمہ قتل پر اثر انداز ہو سکتی

اس کوشش میں بھی ناکامی کے بعد اب انھوں نے براہ راست حکومت اور عدالت عالیہ کو مشورے دینے شروع کر دیئے ہیں جن کا لب لباب کچھ یوں ہے کہ بھٹو کو کسی بھی صورت رہا نہ کیا جائے اور اگر انھیں زیر سماعت مقدمہ میں پھانسی نہ بھی ہو تو پھر بھی اس کو جیل سے باہر نہ آنے دیا جائے کیونکہ اگر بھٹو ایک بار باہر آجاتے ہیں تو پھر یہ نام نہاد خادمان قوم اپنے بلوں سے باہر نہ جھانک سکیں گے اور بھٹو کی زندگی میں تو میدان سیاست میں ان کا ٹھہرنا ممکن نہیں اور یوں بنا بنایا کھیل بگڑ جانے کا شدید خطرہ موجود رہے گا انھیں اپنی خیریت اسی میں نظر آتی ہے کہ بھٹو زندہ رہے یا شہید ہو مگر واپس عوام میں نہ آئے

※※※

اخبار جہاں کی ۶ر نومبر تا ۱۲ر نومبر کی اشاعت میں اسلام آباد سے حبیب الرحمان صاحب کچھ یوں مشورہ عنایت فرماتے ہیں کہ

بھٹو کے بارے میں فدوی اخبار کیا مشورے دے رہے ہیں

"بھٹو کی اپیل پر سپریم کورٹ کا فیصلہ کیا ہوگا۔ اس بارے میں کوئی قیاس آرائی نا تو ممکن ہے نہ مناسب اور جائز تاہم تمام امکانی صورتوں کو سامنے رکھ کر یہ عرض کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ ازراہِ احتیاط ایک طرف تو بھٹو کے پرستاروں کی طرف سے امن شکنی کی آخری کوشش کو ناکام بنانے کی ساری تیاریاں انتظامی و سیاسی سطح پر اس طرح مکمل کرنا ہونگی کہ ان میں کوئی کسر باقی نہ رہے۔ اور دوسری طرف بھٹو کے خلاف سنگین نوعیت کے الزامات کی بنیاد پر مزید مقدمے چلانے کا اہتمام پورا کرنا ہوگا تاکہ وقت ضرورت کسی تاخیر یا وقفے کے بغیر احتساب کا عمل جاری رکھا جا سکے"، قارئین اکرام اگر یہ چند سطریں غور سے پڑھی جائیں تو بین السطور میں کہی گئی بات بڑی واضح اور صاف نظر آجائے گی پہلی بات یعنی "انتظامی سطح" تو سمجھ میں آتی ہے مگر یہ سیاسی سطح پر تیاری کس قسم کی کی جائے گی کیا جو لوگ پیپلز پارٹی پر خانہ جنگی کے الزامات لگا کر اس پر پابندی کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ خود دوسری جانب "مخصوص عناصر" کو تیاریاں مکمل کرنے کا اشارہ نہیں فرمارہے دوسری بات جو ان سطور میں بالکل واضح ہے وہ یہ کہ حکومت کو یہ "نیک مشورہ" دیا جارہا ہے کہ اول تو بھٹو کو اس مقدمہ میں ٹھکانے لگادو ورنہ پھر دوسرا بندوبست کر رکھو بس ذرا ہوشیار رہو کہ بھٹو اور عوام کے درمیان رابطہ پیدا نہ ہونے پائے اگر اس مقدمہ سے نکل جانے میں کامیاب ہو جائے تو پھر دوسرے میں اس طرح الجھاؤ کہ جیل سے باہر نہ آسکے

آگے چل کر موصوف فرماتے ہیں۔

"بھٹو پر ایک نہیں درجنوں مقدمہ چلائے جاسکتے ہیں اور ان کو تیار رکھنے کی ذمہ داری حکومت کی ہے"

قارئین اکرام براہ راست حکومت کو یہ اور اسی قسم کے دوسرے مشورے دینا اور بلا وجہ قبل از وقت اندیشوں کا اظہار کرنا توہین عدالت نہیں تو پھر کیا ہے۔

❋

یہ تو خیر محض مشورے تھے لیکن مجیب الرحمان شامی کی ادارت میں چھپنے والے ہفت روزہ "بادبان" نے تو حد ہی کر دی اسلام اور نظام مصطفےٰ کا دعوےٰ کرنے والوں کو اتنا تو معلوم ہوگا ہی کہ اسلام میں کافر کی موت پر بھی شادیانے بجانے کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا جاتا۔ لیکن اسلام کے ان ٹھیکیداروں نے تمام اخلاقی اور مذہبی اقدار کو بالائے طاق رکھ کر "بھٹو کی وفات پر تعزیتی پیغامات" بھی شائع کر دیئے اب دیکھنا یہ ہے کہ عدالت عالیہ اس بات کا کس حد تک نوٹس لیتی ہے جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ زیر سماعت مقدمہ میں دونوں امکانات موجود ہیں لیکن عدالت کے فیصلے سے پہلے ہی مقدمہ میں ملوث کسی شخص کے بارے میں اس قسم کے تعزیتی پیغامات کی اشاعت کیا توہین عدالت کے ضمن نہیں آتی؟

> دوسروں کے پھٹے دامن پر نکتہ چینی کرنے والے اپنی شرمناک برہنگی کو نہیں دیکھتے

❋

حبیب الرحمن صاحب کی ایک اور فتنہ گری ملاحظہ ہو بیگم بھٹو کی نظر بندی سے حالیہ رہائی کو اسقدر شک کی نظر سے دیکھتے ہوئے عدالت عالیہ کے فیصلہ پر کس خوبصورتی سے طنز فرماتے ہیں اور رہائی کو متعلقہ حکام کی "دانستہ یا نادانستہ فروگذاشت کا نتیجہ قرار دیتے ہوئے ڈھکے چھپے الفاظ میں ناپسندیدہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں

"اس پر طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بیگم بھٹو رہا ہو چکی ہیں عدالت عالیہ نے ازراہِ انصاف پروری ان بیگم صاحبہ کی رہائی کا حکم اس لئے صادر کیا کہ متعلقہ حکام نے انھیں ان کی نظر بندی کی وجوہ سے آگاہ نہیں کیا تھا۔ اور اسی دانستہ یا نادانستہ فروگذاشت کی بناء پر عدالت عالیہ نے نظر بندی کو خلاف قانون قرار دیدیا" دیکھا آپ نے تحریر کی تلخی اور قارئین کو عدالتِ عالیہ کے فیصلہ کی بابت اپنا نقطۂ نظر سمجھانے کی کوشش چھپانے کے باوجود چھپ نہیں سکی۔ دراصل وہ اپنی "کوشش" میں بہت کامیاب رہے ہیں۔

آگے چل کر وہ بار بار نوکر شاہی کا گلہ کرتے ہیں۔ اور نام نہاد موجودہ وزراء کی ناکامی کا بھی اسی طبقہ کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں اور تجویز فرماتے ہیں کہ جب تک پیپلز پارٹی اور اس کے حامیوں کو بالکل ختم نہیں کر دیا جاتا اور نوکر شاہی کی پوری طرح تطہیر نہیں کی جاتی "مطلوبہ نتائج حاصل نہیں ہو سکتے آپ کے اندیشہ اور مشورے بجا مگر زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں تاریخ کے صرف چند اوراق الٹیئے بھٹو صاحب بھی نوکر شاہی کے حوالے سے اپنے اکثر منصوبوں اور پالیسیوں کی ناکامی کی بات کرتے تھے تو آپ اسی کو محض "مال مٹول" قرار دیتے تھے اور کسی صورت ان کی مجبوری کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تھے یہ آج اچانک "نوکر شاہی" طبقہ ملک کی سیاست میں اس قدر اہمیت کیوں اختیار کر گیا؟ اب حکومت کی ناکامی اور روزگار کی نااہلی سے لے کر خارجہ و اقتصادی معاملات تک میں بھٹو یا نوکر شاہی کا ہاتھ نظر آتا ہے جناب بات یہ ہے کہ جب بھٹو سے بیزار ہو کر عوام کو بھٹو ازم سے نجات دلانے کا عزم لے کر پورے ملک کو تہس نہس کرنے چلے تھے تو یہ بھی تو دیکھا ہوتا کہ خود کتنے پانی میں ہیں اور کیا حالات کو قابو کرنے کی صلاحیت رکھتے بھی ہیں یا محض مداری کے طوطے کی طرح توپ داغ رہے ہیں۔

مدثر مرزا

غلام محمد

جنہوں نے جمہوریت کی کوکھ اجاڑ دی

سیاست اور سیاست دانوں کی بیخ کنی سے قوم ہر اعتبار سے بانجھ ہو جائے گی

قوم کو سیاست دانوں سے متنفر کرنے کی سوچی سمجھی کوشش کی جا رہی ہے

پاکستان کی سیاسی صورتحال روز بروز دگرگوں ہوتی جا رہی ہے پاکستان پیپلز پارٹی کو اقتدار سے محروم کرنے کے بعد کہا گیا کہ قومی سطح پر پاکستان قومی اتحاد ایک متبادل سیاسی قوت کی حیثیت سے ابھر آیا ہے اس لئے قومی سطح پر پیپلز پارٹی کے ہٹ جانے سے جو سیاسی خلا پیدا ہوا ہے اسے پاکستان قومی اتحاد پر کر دیگا لیکن پاکستان قومی اتحاد جو مختلف الخیال سیاسی جماعتوں کا ملغوبہ تھا اور جو صرف بھٹو کو اقتدار سے محروم کرنے کے منفی جذبے کے تحت وجود میں لایا گیا تھا اسی وقت سے ٹوٹ پھوٹ اور انتشار کا شکار ہونے لگا جب اس کے منفی جذبے کی سیاست کی تکمیل پاک فوج کے سربراہ کے ہاتھوں ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو ہو گئی تھی۔

یہی وہ بنیادی سبب تھا کہ وہ تمام جماعتیں جن کے لیڈر اس اتحاد کو ہمیشہ قائم رکھنے کے لئے خدا اور اس کے رسولؐ کے حوالے سے کم بات نہیں کرتے تھے اور جو قرآن کو اپنے ہاتھوں کے نیزوں پہ اٹھا کر اس مذہب پرست قوم کو دھوکہ دینے کے لئے کہا کرتے تھے کہ قومی اتحاد ہمیشہ ہمیشہ قائم رہے گا۔ اس اتحاد سے علیحدہ ہونے لگیں۔ قومی اتحاد سے علیحدہ ہونے والی ان جماعتوں کے لیڈروں کے بقول ہی قومی اتحاد کے مقاصد میں کبھی بھی "نظام مصطفےٰ" کا نفاذ شامل نہیں تھا۔ بلکہ یہ نعرہ تو بہت بعد میں شامل کیا گیا۔ اس اتحاد کا مقصد صرف اور صرف بھٹو کو اقتدار سے محروم کرنا تھا۔

پاکستان پیپلز پارٹی ملک کی وہ واحد سیاسی جماعت ہے جو قومی سطح پر منظم ہے اور عوام میں جس کی جڑیں ہونے کا اعتراف جنرل ضیاء الحق بھی کر چکے ہیں پیپلز پارٹی کے علاوہ ملک کی تمام سیاسی جماعتیں علاقائی اور صوبائی اور بعض صورتوں میں محض محلوں کی سطح پر قائم ہیں اسی لئے ان میں سے کوئی بھی جماعت سیاسی طور پر پیپلز پارٹی کا مقابلہ نہ تو کر سکتی تھی نہ کر سکتی ہے ان سیاسی جماعتوں کی یہی کمزوری تھی جس نے انکو پیپلز پارٹی کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک پلیٹ فارم پر جمع کر دیا اور بقول مفتی محمود قومی اتحاد کی سیاسی جماعتیں اب بھی علیحدہ علیحدہ پیپلز پارٹی کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

غرض یہ کہ اس خام خیالی کے تحت کہ قومی سطح پر متبادل سیاسی قوت فراہم ہو گئی ہے پیپلز پارٹی کو ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ختم کرنے کی کوشش کی گئی اس کے رہنماؤں کی کردار کشی کے لئے سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعے ایک منظم مہم چلائی گئی اس کے ٹکٹ پر منتخب ہونے والے عوامی نمائندوں کو خصوصی ٹریبونلز کے ذریعے نااہل قرار دیکر نچلی سطح پر سیاسی خلاء پیدا کرنے کی کوشش کی گئی اس کے علاوہ سرکاری اخبارات میں ملک کے سیاستدانوں کے خلاف مجموعی طور پر مہم چلائی گئی اور اس ملک میں ہونے والے ہر غلط کام اور ہر برائی کا ذمہ دار پیپلز پارٹی کے سیاستدانوں کو قرار دیا گیا بلکہ بعض اخبارات تو اتنے آگے تک چلے گئے ہیں جنہوں نے حکومت کو مشورہ دیا کہ ملک کو تمام مسائل سے نجات دلانے کے لئے ضروری ہے کہ سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں کو ختم کر دیا جائے اس سے ان کا مقصد شاید فوج کو مستقل طور پر ملک کی سیاست اور اقتدار کی پھول

میجر جنرل اسکندر مرزا

فیلڈ مارشل محمد ایوب خان

جنرل آغا محمد یحییٰ خان

پاکستان کو اپنی جاگیر سمجھنے والے وہ غیر منتخب حکمران جنہوں نے پاکستانیوں کو اپنا ذاتی غلام سمجھا۔ اپنے اقتدار کے ایوانوں کو مستحکم کرنے کے لئے عوام کے خلاف مختلف سازشیں کیں اور آج پوری قوم ان پر تھو تھو کرتی ہے کیونکہ انہیں کے غیر جمہوری اقدامات سے اس قوم کو نت نئی ذلتیں دیکھنی نصیب ہوئی ہیں اور اس کے تمام مسائل کا ذمہ دار یہی شخصیتیں ہیں

بھیلیوں میں بھٹکا دیتا ہے۔

ہمارے ملک میں یہ عام رواج فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے ڈالا ہے کہ ہر آنیوالے حکمران کے دور میں تمام تر برائیوں کا ذمہ دار اقتدار سے محروم سیاست دانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے اور اس حقیقت کو فراموش کر دیا جاتا ہے ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ یہاں قائد اعظم اور لیاقت علی خان کے بعد کبھی بھی سیاسی حکومت قائم نہیں ہونے دی گئی کہ سیاست دان برسر اقتدار ہوتے لیاقت علی خان کی شہادت کے بعد وزارت عظمیٰ پر تو خواجہ ناظم الدین فائز ہو گئے لیکن گورنر جنرل کے عہدے پر برصغیر کے مشہور بیورو کریٹ غلام محمد نے قبضہ کر لیا جن کا کبھی بھی سیاست یا کسی بھی سیاسی جماعت سے کوئی باضابطہ تعلق نہیں رہا تھا اس بیورو کریٹ نے اقتدار میں اپنے ساتھ فوج کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کو بھی شامل کر لیا اور اس طرح ان کو اقتدار کی چاٹ لگائی

غلام محمد نے جنرل ایوب خان کو پہلے اپنے ساتھ ملانے کے بعد اس کا اعتراف ایوب خان نے اپنی کتاب میں کیا ہے نہ صرف خواجہ ناظم الدین کی وزارت کو برطرف کیا بلکہ قائد اعظم کی بنائی ہوئی ملک کی پہلی دستور ساز اسمبلی کو بھی جو حقیقت میں منتخب اسمبلی تھی توڑ دیا اور اس طرح ملک میں آئینی سیاسی اور جمہوری اداروں اور افراد پر بیورو کریسی کا یہ شب خون فوج کے سربراہ کے اشتراک سے مارا گیا

ان واقعات کے بعد تمام وزراء اعظم اپنے آپ کو گورنر جنرل کے سامنے بے بس سمجھتے تھے کہ جب تک ان کی مرضی اور مفادات کے مطابق کام کریں گے اپنے عہدے پر فائز رہیں گے ورنہ حشر خواجہ ناظم الدین سے بہتر نہ ہو گا چنانچہ خواجہ ناظم الدین کی وزارت کے بعد بننے والی تمام تر حکومتیں بیورو کریٹ غلام محمد اور فوج کے کمانڈر انچیف ایوب خان کی خوشنودی میں لگی رہتی تھیں۔ کیونکہ اقتدار کے اصل مالک یہی دونوں افراد تھے۔ مفلوج غلام محمد جب کسی طرح بھی کاروبار حکومت چلانے کے قابل نہیں رہے تو گورنر جنرل کے عہدے کے لئے قرعہ فال ایک اور بیورو کریٹ اور سابق فوجی افسر میجر جنرل اسکندر مرزا کے نام کھلا اور اقتدار پر فوج کے کمانڈر انچیف جنرل ایوب خان کی گرفت اور مضبوط ہو گئی دوسری طرف اسکندر مرزا نے سیاست دانوں سے مکمل چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے وزارت خزانہ کے سابق سیکرٹری جنرل چوہدری محمد علی جیسے بیورو کریٹ کا سہارا لیا اور اس طرح ۱۹۵۶ء میں پاکستانی قوم کو فوج اور بیورو کریٹ کے نمائندوں نے ایک ایسا آئین دیا جس کی منظوری کے وقت قائد حزب اختلاف سہروردی ایوان سے باہر تھے

فوج کے کمانڈر انچیف ایوب خان نے جب اچھی طرح یہ دیکھ لیا کہ حالات اور واقعات پر ان کی پوری طرح گرفت قائم ہو چکی ہے اور وہ وقت آگیا ہے کہ بجائے فوج بیورو کریسی کے ماتحت کام کرے بیورو کریسی کو فوج کے ماتحت کام کرانے کا وقت آگیا ہے تو انہوں نے اس ملک کے رہے سہے جمہوری ڈھانچے کو بھی گرا دیا چنانچہ

۱۹۵۸ء کی فوجی بغاوت بیوروکریسی اور فوج کے کے چند جنرلوں کے درمیان مفادات کے ٹکراؤ کا نتیجہ تھا جس میں فوج کے ان جنرلوں کو کامیابی ہوئی لیکن ایوب خان اب بھی بیوروکریسی کی طاقت سے واقف تھے یہی وجہ ہے کہ ایوب خان نے اپنے ابتدائی زمانہ میں ڈپٹی چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بناتے ہوئے بیوروکریسی کے نمائندوں کو نظر انداز نہیں کیا۔ اس طرح غلام محمد اور اسکندر مرزا کے بعد حکومت جنرل ایوب خان کے ہاتھ میں آگئی جو ۱۹۶۹ء تک اسوقت تک برسر اقتدار رہے جب تک کہ عوامی تحریک نے ان کو الگ ہونے پر مجبور نہ کر دیا اور اب وہ حالات پیدا ہو چکے تھے جس میں عوام کو یقین تھا کہ اب اقتدار ان کے نمائندوں کو مل جائیگا فوج کے ایک کمانڈر انچیف جنرل یحییٰ خان نے ایوب خان کو اقتدار سے محروم کر کے خود اقتدار پر قبضہ کر لیا اور جنرل یحییٰ خان اقتدار کے مالک کی حیثیت سے اس وقت تک برسر اقتدار رہے جب تک کہ اس ملک کا ایک بڑا حصہ پاکستان سے علیحدہ نہ ہو گیا اور ان کی سربراہی میں پاکستانیوں کی حیثیت قوم عالمی برادری میں تاریخی تذلیل نہ ہو گئی

جنرل یحییٰ خان کو اس وقت جبکہ ملک لوٹ چکا تھا یا مخصوص مفادات کے تحت توڑا جا چکا تھا اور جب پاکستانی قوم کا اعتماد ختم ہو چکا تھا اور ہر طرف رہے سہے پاکستان کے بھی ٹکڑے ہونے کی باتیں ہو رہی تھیں انہی کے ساتھیوں نے اقتدار سے محروم کر کے پہلی دفعہ اقتدار ایک ایسی سیاسی شخصیت ذوالفقار علی بھٹو کے حوالے کیا لیکن یحییٰ خان کو اقتدار سے محروم کرنے والے جنرل گل حسن اور ائیر مارشل رحیم شروع شروع میں بھٹو کی حکومت پر پوری طرح حاوی رہے جس کو درحقیقت وہ اپنا ہی حق سمجھتے تھے کیونکہ صرف حالات نے انہیں یہ اقتدار ایک سیاست داں کے حوالے کرنے پر مجبور کر دیا تھا

۱۹۵۱ء سے لے کر ۱۹۷۱ء تک ملک پر فوج کے جنرلوں اور بیوروکریسی کی گرفت رہنے کے بعد بیس سال میں پہلی دفعہ حکومت ایک سیاسی جماعت کے سربراہ کے ہاتھ میں

سیاست کو شجر ممنوعہ قرار دیا جائے تو پھر المیہ مشرقی پاکستان افغانستان اور ایران کے واقعات کا اعادہ ہوتا ہے

آئی تھی چنانچہ اس کے لئے یہ آسان نہیں تھا کہ وہ بہت جلدی ان لوگوں کے تسلط سے نجات حاصل کر لے لیکن اپنے اقتدار کے دو تین سال بعد بھٹو صاحب نے حالات پر گرفت پوری طرح مضبوط کر کے بیوروکریسی اور فوج کے نیم جو جنرلوں کو سیاسی حکومت کا ماتحت بنانا چاہا جس کا نتیجہ اٹک سازش کیس کی صورت میں سامنے آیا

اس کے بعد انتخابی سال ۷۷ء آیا۔ اور ان قوتوں نے جو ہمیشہ سے پاکستان کی دشمن رہی تھیں جنہوں نے نہ صرف قیام پاکستان کی مخالفت کی تھی بلکہ پاکستان بننے کے بعد بھی اس ملک کی جڑیں کاٹنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ جنہوں نے مشرقی پاکستان کی علیحدگی کے لئے ایک منظم اور مسلسل تحریک چلائی تھی انتخابات کے بہانے اس ملک میں پھر جمہوریت پر ضرب لگانے کی کوشش کی انتخابات کے بہانے انہوں نے اس ملک کو برادر کشی کے جہنم میں دھکیل دیا۔ پاکستانی قوم کے ان میر جعفروں اور میر صادقوں نے اس ملک کے استحکام اور نظم و نسق کے ہر ادارے اور ہر قدر کو پامال کیا تاکہ کسی طرح فوج پھر برسر اقتدار آجائے اور لوگ پھر احساس محرومی اور احساس غلامی کا شکار ہو کر بددل اور غیر مطمئن ہو جائیں اور اس فضا میں وہ اس ملک کا تیا پانچہ آسانی سے کر سکیں

چنانچہ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کو اقتدار ایک مرتبہ پھر ۱۹۵۱ء ۱۹۵۸ء اور ۱۹۶۹ء والی قوتوں کے پاس پہنچ گیا۔ کیونکہ وہ بحیثیت ادارہ بہت مضبوط ہیں اور انہوں نے کبھی بھی اس ملک میں سیاسی جمہوری یا آئینی اداروں کو مستحکم نہیں ہونے دیا کیونکہ اس کے بعد ایوان اقتدار میں ان کی کوئی گنجائش نہیں رہتی

اس ملک میں کبھی کو نہ تو کسی جنرل کے حکومت کرنے پر اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ ہی کسی بیوروکریٹ کے حکومت کرنے پر لیکن اگر عوام چاہتے ہیں تو صرف یہ کہ یہ افراد اگر حکومت کرنے کا اتنے ہی شوقین ہیں تو سابق امریکی صدر جنرل آئزن ہاور کے راستے کو اپنائیں اور اپنے عہدوں کی بدولت اقتدار پر پہنچنے کی بجائے سیاسی کارکن کی حیثیت سے ملک کی کسی بھی سیاسی جماعت میں کام کریں اور پھر اسی کے ذریعے اقتدار تک پہنچیں۔ تو اس ملک کے تمام مسائل حل ہو جائیں گے ورنہ بیچارے سیاست دان تو خوامخواہ ہی میں بدنام ہیں

پاکستان جو کہ برصغیر کے عوام کی تاریخ ساز جدوجہد کے نتیجے میں وجود میں آیا اور جس کی تحریک کی قیادت قائداعظم محمد علی جناح اور لیاقت علی خان جیسے سیاستدانوں کے ہاتھ میں تھی وہ ملک بننے کے بعد سیاستدانوں کی بجائے بیوروکریٹ اور فوجی جرنیلوں کی مہم جوئی کی جولانگاہ بن گیا ادھر پچھلے اکتیس برس میں وہ مدت بہت مختصر ہے جب اس ملک پر کوئی سیاستداں عوامی نمائندے کی حیثیت سے برقرار رہا اور اگر رہا بھی تو ایک طرف تو اس کے سر پر فوجی انقلاب کی تلوار لٹکتی رہی اور دوسری طرف نوکر شاہی نے اس کو اپنے دام میں پھنسا کر رکھا چنانچہ اس ملک کو سیاستدانوں سے اس طرح "پاک" کرنے کی سب سے بڑی کوشش فوجی حکمران ایوب خان نے ۱۹۵۸ء میں اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد کی اور ایبڈو کے تحت ملک کے مختلف حصوں کے سیاستدانوں کو نااہل قرار دیا لیکن اسی کوشش میں مختلف سیاسی جماعتوں کے رہنماؤں کے درمیان کوئی امتیاز نہیں برتا گیا تھا اس کوشش کے نتائج ملک کے حق میں جس قسم کے نکلے اب وہ سب کے سامنے ہیں اس لئے ان کی کسی قسم کی وضاحت کی ضرورت نہیں اسی قسم کی دوسری بڑی کوشش آج کے دور میں کی جا رہی ہے اور بڑے پیمانے پر ملک کی ایک سیاسی جماعت کے نمائندوں اور رہنماؤں کو سیاست کے لئے نااہل قرار دیا جا رہا ہے جبکہ دوسری طرف عوام کو حقیقی معنوں میں ایسے نااہل سیاستدانوں کے رحم و کرم پر چھوڑا جا رہا ہے

کہ وہ خود ہی سیاستدانوں کو برا بھلا کہنے لگیں اور ان سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کریں۔

پاکستان قومی اتحاد جسکو پیپلز پارٹی کی متبادل سیاسی قوت کی حیثیت سے عوام کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔ وہ اب اتحاد کی بجائے انتشار بن چکا ہے تین سیاسی جماعتیں اس سے علیحدگی اختیار کر چکی ہیں جن میں سے ایک سیاسی جماعت این ڈی پی اس لئے اہم ہے کہ اس کے بغیر اس اتحاد کی حیثیت بلوچستان میں صفر کے برابر ہے اور سرحد میں بھی تقریباً نہ ہونے کے برابر ہی رہ جاتی ہے

دوسری سیاسی جماعت جمعیت علمائے پاکستان ہے جو اس اتحاد میں شریک دوسری جماعتوں کے مقابلے میں سندھ اور پنجاب میں اثر و رسوخ رکھتی تھی اور تیسری جماعت تحریک استقلال ہے جسکے سربراہ ایئر مارشل اصغر خان کو قومی اتحاد والے پیپلز پارٹی کے چیئرمین جناب بھٹو کی متبادل شخصیت کے طور پر پیش کرتے تھے وہ بھی اتحاد سے علیحدگی اختیار کر چکے ہیں۔

قومی اتحاد میں باقی بچی کچی جماعتیں خود اپنے اندرونی انتشار اور اختلافات کا شکار ہیں اس طرح ملک کو باقاعدہ ایک سوچے سمجھے منظم منصوبے کے تحت سیاسی قوتوں سے محروم کر دیا گیا ہے حالانکہ کسی بھی ملک کے عوام کے درمیان یکجہتی کا سب سے بڑا ذریعہ سیاسی جماعتیں اور سیاستدان ہی ہوا کرتے ہیں سیاسی جماعتوں اور سیاستدانوں کی عدم موجودگی میں قائم کئے جانے والے سیاسی نظام کی بنیاد جبر اور قوت پر رکھا جاتی ہے جس کے نتائج المیہ مشرقی پاکستان افغانستان اور ایران کے حالات سے مختلف نہیں ہونگے

ہمیں اگر اپنے ملک کی یکجہتی اور سالمیت برقرار رکھنی ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ملک کے تمام سیاستدانوں اور سیاسی جماعتوں کو عوام سے رابطے کے آزادانہ مواقع فراہم کئے جائیں تاکہ وہ اپنے اچھے اور برے میں تمیز کرتے ہوئے خود بہتر افراد کا انتخاب کر سکیں اور سیاستدانوں کی نااہلی کے سبب سے بڑے مسئلے کا حل تو عوام خود دیتے ہیں ورنہ بصورت دیگر ہمیں کسی بڑے المیے سے دوچار ہونے کے لئے تیار ہو جانا چاہیئے۔

پیپلز پارٹی کے نوجوان رہنما سردار حنیف کیساتھ جیل میں زیادتیاں

کراچی پیپلز پارٹی ایڈہاک کمیٹی کے جوائنٹ سیکریٹری سردار حنیف ۲۶ رنومبر سے سکھر جیل میں بھوک ہڑتال پر ہیں جہاں انہیں بند وارڈ میں قید تنہائی میں رکھا گیا ہے سردار حنیف نے اس بھوک ہڑتال کے سلسلے میں سکھر جیل کے سپرنٹنڈنٹ نور الٰہی شیخ کو ۲۰ رنومبر کو نوٹس دیا تھا اور ان پر یہ واضح کر دیا تھا کہ یہ بھوک ہڑتال وہ اپنی سزا یا جیل انتظامیہ کے ناروا رویہ کے خلاف نہیں کر رہے ہیں بلکہ صرف اور صرف اپنے تعلیمی سال کو بچانے کے لئے کر رہے ہیں ان سے جیل سپرنٹنڈنٹ نے ۲۶ رنومبر تک کی مہلت مانگی تھی لیکن اس تاریخ تک نور الٰہی شیخ صاحب سردار حنیف کے تعلیمی سال کو بچانے کی کوئی سبیل نہیں نکال سکے جس کی وجہ سے سردار حنیف کو مجبوراً بھوک ہڑتال کرنا پڑی جو بقول ان کے وہ اس وقت تک جاری رکھیں گے جب تک ان کے تعلیمی سال کو بچانے کے سلسلے میں ان کے مطالبات تسلیم نہیں کر لئے جاتے۔ جیل کے حکام نے سردار حنیف کو بھوک ہڑتال کرنے کے بعد بند وارڈ میں منتقل کر دیا جہاں انہیں قیدِ تنہائی میں رکھا گیا ہے اور ان کو کسی سے بھی ملاقات کی اجازت نہیں ہے۔

سردار حنیف این ای ڈی انجینئرنگ یونیورسٹی کے فائنل ایئر کے طالب علم ہیں اس کے علاوہ این ای ڈی پروگریسیو فرنٹ کے چیئرمین اور یونیورسٹی یونین کے سابق جنرل سیکریٹری ہیں۔ سردار حنیف نے ۷ راکتوبر ۱۹۷۸ء کو ایمپریس مارکیٹ سے رضاکارانہ گرفتاری پیش کی تھی۔ جس کے بعد ان کو سات ماہ قید بامشقت اور دس کوڑوں کی سزا سنائی گئی تھی۔ کوڑوں کی سزا پر عملدرآمد اگرچہ سندھ ہائی کورٹ کی ایک بینچ نے اپنے ایک حکم کے ذریعے روک دیا ہے لیکن ان کو جیل میں سی کلاس میں رکھا گیا۔ پچھلے سال بھی سردار حنیف کو پارٹی کے چیئرمین جناب ذوالفقار علی بھٹو کی رہائی کی تحریک کے سلسلے میں مزاروں پر دعاؤں کی مہم میں گرفتار کیا گیا تھا اور گرفتار کر کے دس ماہ قید اور پانچ کوڑوں کی سزا سنائی گئی تھی اور جیل میں کئی دنوں تک بند وارڈ میں رکھا گیا تھا اس کے علاوہ امتحان دینے کی اجازت بھی نہیں دی گئی تھی جس کی وجہ سے انکا ایک سال ضائع ہو گیا تھا۔

۷ راکتوبر ۱۹۷۸ء کی گرفتاری اور سزا سنانے کے بعد ان کو سکھر جیل منتقل کر دیا گیا تھا لیکن انجینئرنگ کے فائنل ایئر کا امتحان دینے کے لئے ان کو سکھر سے کراچی جیل منتقل کیا گیا جب وہ تھیوری کا امتحان دے چکے تو ان کو پھر سکھر جیل منتقل کر دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ پریکٹیکل امتحانات رہائی کے بعد لئے جائیں گے۔

جیل حکام سے جب سردار حنیف کے دوبارہ سکھر جیل منتقل کئے جانے کے اسباب معلوم کئے گئے تو انہوں نے بتایا کہ سردار حنیف نے کراچی جیل میں حسن ناصر شہید کا دن منایا تھا اور اس سلسلے میں جلسہ کیا تھا جبکہ حقیقت یہ ہے کہ سردار حنیف کے امتحان کی راہ میں اصل رکاوٹ انجینئرنگ یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور اسلامی جمعیت طلباء ہیں۔

چیئرمین بھٹو کی

ایک لافانی تقریر

پیپلز پارٹی کی حکومت نہ بنی تو یہی فوجی حکومت چلے گی

چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو نے یہ تقریر اکتوبر ۱۹۷۱ء کے پہلے ہفتے میں کوئٹہ میں پیپلز پارٹی کی سنٹرل کمیٹی کے اجلاس کے بعد کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے کی تھی۔ اندر حکومت وقت نے اس امر کا خاص انتظام کیا تھا کہ یہ تقریر اخبارات میں شائع نہ ہو۔ اپنی اس تقریر میں چیئرمین بھٹو نے اس امر کی وضاحت کی ہے کہ عوام دشمن قوتیں اور سیاستدان کس طرح پاکستان کے عوام کے خلاف سازشیں کرتے رہے ہیں۔ اس تقریر میں اُنھوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ منتخب عوامی حکومت کی عدم موجودگی میں اور پاکستان کے غریب عوام کو استبدادی طریقوں سے کچلنے سے پاکستان کو کیا کیا اور کس طرح خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔

چیئرمین بھٹو کی یہ تقریر اشاعت کے بعد ایک زندہ تحریر کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ تقریر آج کے حالات پر اسی طرح پوری اترتی ہے جس طرح ۱۹۷۱ء میں یحییٰ خاں کی فوجی حکومت کے دور میں۔ اور یہ تقریر آئندہ بھی ہر اس دور میں پوری اترے گی جب پاکستان کو آج جیسے یا ۱۹۷۱ء جیسے حالات میں دھکیل دیا جائے گا۔

عبوری حکومت ۵ یا ۶ ہفتے سے زیادہ کیلئے نہیں ہوتی

"میں جون کی بارہ کو یہاں آیا تھا اور ایک عبوری کمیٹی بنائی تھی۔ عبوری عبوری کا لفظ ہم نے اتنا سنا ہے کہ اب پاکستان ہی عبوری بن گیا عبوری • زیادہ عرصے کے لئے نہیں ہوتی۔ اسی طرح عبوری حکومت بھی پانچ چھ ہفتے سے زیادہ کے لئے نہیں ہوتی۔ اب دو ماہ بعد اس عبوری کمیٹی کی بجائے میں یہاں مکمل کمیٹی بنا رہا ہوں۔ اسی طرح ہم عبوری حکومت کی بجائے مکمل حکومت چاہتے ہیں۔ جب ایک پارٹی کہتی ہے کہ اس کا کام عبوری کمیٹی سے نہیں چل سکتا تو حکومت کو بھی سوچنا چاہیے کہ قوم کا کام عبوری حکومت سے نہیں چل سکتا، عبوری کی بجائے مکمل اور ٹھوس حکومت ہونی چاہیئے ہماری جماعت نے شروع سے لے کر اب تک عوام کی خدمت کی ہے۔ کسی خوف اور کسی اندیشے کے بغیر تحت پارٹی اپنے موقف اور مقصد سے نہیں ہٹی

پاکستان کی تاریخ میں کئی جماعتیں تھیں، یہاں میں قائداعظمؒ کا ذکر نہیں کر رہا ہوں وہ تو اس وطن کے بانی تھے قائداعظمؒ کے بعد سیاست خراب

پیپلز پارٹی ہی پاکستان کی اصل طاقت ہے

ہوتی گئی اور جب میں سیاسیات کا ذکر کرتا ہوں تو میں قائد اعظم اور نہ قائد ملت دونوں میں کسی بزرگ رہنما کا ذکر نہیں کرتا۔ انہوں نے اپنے دور میں پاکستان کو مثالی ملک بنانے کی جدوجہد کی۔ پھر بعد میں مسلم لیگ تین حصوں میں تقسیم ہو گئی کہ کوششوں کے باوجود متحد نہیں ہو سکی، میں تو کہتا ہوں کہ متحدہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ میں کہہ چکا ہوں تو تین لاشیں ایک کفن میں اکٹھی کی جا رہی ہیں، یہ وہ مسلم لیگ نہیں ہے جو قائد اعظم کی مسلم لیگ تھی، اگر قائد اعظم کی مسلم لیگ ہوتی تو یہ ملک کی خدمت کرتی۔ اب صرف مسلم لیگ کا نام رہ گیا ہے نہ قائد اعظمؒ کا منشور ہے اور نہ وہ پروگرام ہے۔ پھر مسلم لیگ سے ہی عوامی لیگ بنی۔ مسلم لیگ سے ری پبلکن پھر مسلم لیگ پھر ایک مسلم لیگ دوسری مسلم لیگ تیسری مسلم لیگ۔ پی ڈی پی پھر جسٹس پارٹی پھر تحریک استقلال، لیکن ان میں سے کوئی بھی عوامی پارٹی نہیں تھی، قائد اعظم نے عوام کو متحرک کیا وہ عوام ساتھ لے کر چلے تھے، اس طریقے سے ہماری ترقی ہو سکتی تھی برصغیر کے مسلمانوں نے ساتھ دیا۔ عوام کی حمایت حاصل ہوئی کیونکہ انہوں نے عوام کی بات کی تھی، بعد میں ان جماعتوں نے عوام کو بالکل نظر انداز کر دیا۔ اور محلاتی سازشیں چلائیں یہ کبھی نہ سوچا کہ عوام کیا چاہتے ہیں اسمبلیوں میں تقریریں بڑی زوردار ہوئیں انگریزی اردو بنگالی میں لاجواب تقریریں گھروں میں بیٹھ کر انہوں نے کبھی ایک نقشہ بنایا کبھی دوسرا نقشہ۔ ایشیا کی سیاست میں کتنے انقلاب آئے لیکن انہوں نے کوئی خیال نہ کیا، اپنی لاج میں محدود رہے کوشش تک نہ کی کر اپنے سے [illegible] سکیں۔ انہوں نے ملک کو قرض میں ڈبو دیا [illegible] میں بے چینی اور تعصب پیدا کیا۔ اپنی حکومت چلانے کے لئے لوگوں کو آپس میں لڑوایا۔ انہوں نے اپنی سیاست انگریزوں سے سیکھی تھی۔ انگریز عوام کو لڑاتے تھے کہ کسی طرح آئینی حکومت برقرار رکھ سکیں وہ پاکستان کی حکومت نہیں تھی غیر کی حکومت تھی انہوں نے سوچا حکومت برقرار رکھنے کا یہی ایک طریقہ ہے ان ملکی آقاؤں نے بھی اپنی معیشت اور اپنی اقتصادیات کے مسائل کی طرف

عوام کی توجہ نہ ہونے دی۔ مختلف قوموں کو آپس میں لڑایا مہاجر ہر ملک میں گئے ہیں۔ لیکن پانچ چھ برس بعد وہ اس ملک کے مقامی شہری بن گئے۔ ہمارے ملک میں اس مسئلے کا کوئی حل تلاش نہیں کیا گیا ملک کی سالمیت کا مسئلہ ابھی تک درپیش ہے۔ انصاف ہوتا تو یہ مسئلہ ختم ہو جاتا اس مسئلے کو جان بوجھ کر اس لئے حل نہیں کیا گیا کیونکہ وہ لوگ اپنی حکومت چلانا چاہتے تھے انہوں نے چھوٹی چھوٹی چالاکیوں سے کام لیا بلوچی پٹھان کو

اگر جنوری میں اقتدار منتقل نہ ہوا تو بھول جاؤ جمہوریت کو پھر پاکستان کو اللہ ہی محفوظ رکھے

آپس میں لڑایا پٹھان اور پنجابی کو لڑایا۔ الگ الگ سازشیں کروائیں یہ سب پاکستانی کہلاتے ہیں۔ مسلمان کہلاتے ہیں، لیکن یہ تفریق رہتی ہے وہ صاحب! یہ صاحب یہ مسائل پیدا کرتے رہتے ہیں۔ بلوچستان کے مسائل حل ہو سکتے تھے اگر بلوچستان کے وسائل کو بلوچستان پر ہی استعمال کیا جاتا میں کہتا ہوں کہ اگر بلوچستان کو اور بھی وسائل مل گئے تو ان کو بھی ہڑپ کر کے ہضم کر جائیں گے۔ یہ سور کے بچے یہ لوگ جہازوں میں اڑ کر سیدھے کراچی سے ان مقامات پر پہنچیں گے اور ان پر قبضہ کر لیں گے۔ پہلے بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ بلوچستان سے فلورائڈ نکالا جا رہا ہے ان میں تو یہ فلورائڈ پانچ پونڈ میں مل جاتا ہے۔ لیکن کسی غریب بلوچی کے بیمار بچے کو فلورائڈ پانچ پیسے میں بھی نہیں مل سکتا، حالانکہ فلورائڈ اس کی زمین سے نکلتا ہے

کسی قوم کے وسائل اگر اس طرح لوٹے جائیں گے تو ملک غریب ہی رہ جائے گا۔ یہاں بلوچستان سے سوئی گیس نکلی تھی تو اس سے سوئی کے غریبوں کو کیا ملا کوئی مسئلہ حل نہیں ہوا۔

اب پاکستان کو کوئی شکست نہیں ہو سکے گی اب بڑی ترقی ہو گی لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اس سے کیا مل رہا ہے، سوئی سے غریبوں کو کیا مل رہا ہے۔ سوئی یہاں سے کراچی لائل پور، لاہور، اسلام آباد تک جا پہنچی مگر سوئی کے غریبوں کو معلوم نہیں کہ سوئی نے کیا چیز دی مجھے معلوم ہے کہ ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں سندھ کے سیاستدان اپنے مکانوں میں کیا سازشیں کر رہے ہیں رات دن سازشیں ہو رہی ہیں کہ ہم پیپلز پارٹی کو ناکام بنا دیں میں کہتا ہوں کہ ہم ناکام رہے تو آپ کو کیا فائدہ ہو گا اخبارات ہمارے خلاف لکھ رہے ہیں آپس میں نفرت پھیلا رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ سب ہر جگہ خوشی سے فخر سے رہ سکتے ہیں، ملک سب کا ہے۔ پاکستان سب کے لئے بنا ہے۔ جو اسلام اور سوشلزم کا قائل ہے، اس کا ذہن ان صوبائی تعصبات کی طرف جا ہی نہیں سکتا۔ اے غریبوں کے بچو! خبردار رہو۔ یہ سازش پیپلز پارٹی کے خلاف نہیں ہے آپ کے خلاف ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ اگر پیپلز پارٹی ناکام ہو گئی تو کیا سرمایہ داروں کی حکومت آ جائے گی۔ نہیں ہرگز نہیں، آپ تاریخ کو پیچھے نہیں لے جا سکتے آپ کو شکست نہیں دی جا سکتی، اب عوام سرمایہ داروں کو نہیں آنے دیں گے پیپلز پارٹی کی حکومت اگر نہ بنی تو یہی فوجی حکومت چلے گی۔ یہی مارشل لاء رول بی سی ڈی۔ ہنسو تو کوڑے، کھانسی آئے تو چار ماہ میں نے ۱۱ ستمبر کو مزار قائد پر قائد کو خراج پیش کیا، تقریر کی اجازت نہیں تھی پاکستان کی آزادی کا کیا مطلب ہے لاکھوں انسانوں نے قربانیاں دیں

عصمتوں پر حملے ہوئے مہاجروں کا قافلہ ۵۰ میل لمبا تھا، سب قربانیاں کس لئے تھیں اس لئے کہ یہاں ایک منصفانہ نظام ہو گا۔ اسلام کے اصولوں پر غریبوں کا پاکستان بنے گا۔ جہاں آزادی حاصل ہو گی اقتصادی آزادی، استحصال سے آزادی پیپلز پارٹی کا بھی یہی موقف ہے۔

پنجاب میں بھی ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں آپ خود اخباروں میں بھی دیکھ سکتے ہیں، مختار رانا میرے خلاف کیسے ہو سکتا ہے وہ تو

یہ قوم چوہوں کی قوم نہیں

میرا بھائی ہے وہ غریب نیا سیاست دان ہے وہ واقف نہیں ہے سرمایا داروں کی سازشوں سے پیپلز پارٹی عوام سے کبھی غداری نہیں کرے گی میں تو اس دن کی نسبت موت کو پسند کروں گا جس دن میں عوام سے غداری کروں گا۔ میں کونسی چیز ہوں جو اقتدار سے پہلے اپنے منشور پر عمل درآمد کرواؤں جب ماؤزے تنگ جیسی عظیم شخصیت اقتدار سے پہلے منشور پر عملدرآمد نہ کر سکی۔ ہمیں خیرات کے انڈے تو نہیں بتانے ہیں یہ سازشیں ہیں سرمایہ داروں کی سرکاری ملازموں اور سرمایہ داروں کے چھوڑوں کی یہ کراچی کا انگریزی اخبار ہے کسی سرمایہ دار کا جس میں لکھا ہے کہ سردار اکبر بگٹی کے کھانے کے بعد میں نے کہا کہ میں نے کوئی سیاسی معاہدہ نہیں کیا۔ کون اخباری نمائندہ مجھ سے ملا میری ایئر پورٹ کے بعد کسی اخباری نمائندوں سے ملاقات نہیں ہوئی میں زبردست احتجاج کرتا ہوں، میرے ساتھ یہ سلوک کئی برس سے کیا جا رہا ہے ہمارے غریب عوام پہلے ہی الجھن میں ہیں انھیں اور الجھن

سندھ، پنجاب، بلوچستان، سرحد ہر جگہ میرے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں

میں نہ ڈالو۔ میں اللہ کے سوا کسی سے نہیں نہیں ڈرتا۔ میں کہوں گا۔ جو چاہوں گا۔ آپ نے تین سال سے میرے ساتھ اس قسم کا ظلم کیا ہے پنجاب سندھ بلوچستان مشرقی پاکستان ہر جگہ میرے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں۔ جب بحران ختم ہو جائے گا تو تاریخ فیصلہ کرے گی کہ ہم نے کوئی ایسا قدم۔ مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے خلاف نہیں اٹھایا۔ وقت بتائے گا کہ ہم نے کتنی کوشش کی کیا ہم جمہوریت نہیں چاہتے تھے ہم نے تو الیکشن جیتا تھی ہم جانتے تھے کہ اگر ہم ناکام رہے تو

مارشل لاء جاری رہے گا۔ ہم چاہتے تھے کہ تشدد ختم ہو کچھ لینے دینے کے ساتھ عوامی حکومت آئے

ہمارے خلاف پروپیگنڈہ بہت ہوا ہے آخر پیپلز پارٹی نے کونسا گناہ کیا ہے ہم نے عوامی لیگ کو تار بھیجا، انہوں نے کہا کہ ہم تار کو تسلیم نہیں کرتے ہم جنوری میں گئے، ہم نے بات چیت کی اور کہا کہ ہمیں دوسرے لوگوں سے بات چیت کے لئے ایک مہینہ چاہیئے لیکن انہوں نے کہا کہ صرف چھ نکات اور کچھ نہیں ۲۹ ستمبر کو مشرقی پاکستان کے بارے

میں ایک کتاب شائع کر رہا ہوں جو جون میں لکھی تھی اس کے بعد بھی اہم واقعات رونما ہوئے ہیں ۹ اگست کو روس بھارت معاہدہ ہوا، وائٹ پیپر شائع ہوا۔ ان پر میں کچھ کہتا تو بات ختم نہ ہوتی۔ میرا اپنا جو نقطۂ نظر ہے میں اس میں پیش کرونگا، اس کا ترجمہ اردو سندھی اور بنگالی میں بھی ہوگا۔

ہاں میں یہاں یہ بھی بتاؤں کہ سرحد میں ہمارے خلاف سازشیں ہو رہی ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے مل جاؤ۔ اکٹھے ہو جاؤ، ہم مقابلہ کریں گے۔ ہمیں تو مزا آتا ہے مقابلہ کرتے ہیں۔ مزار قائد پر میں نے کہا تھا کہ اور میرے قائد! پاکستان کیا اس مقصد کے لئے بنایا تھا کہ ۱۳ برس تک فوج رہے آپ نے پاکستان کے بارے میں کیا سوچا تھا۔ اب میرا فرض نہیں ہے تو کس کا فرض ہے اگر اور کسی میں جرأت ہے تو آؤ۔ کالم میں تو لکھتے ہیں "بڑے تنگ آگئے ہیں فوجی حکومت سے جانے کب جائے گی"۔ شکست خوردہ لوگوں، تم کون ہو مشورہ دینے والے لاہور میں بیٹھ کر۔ میں مشورہ کروں گا تو عوام سے کروں گا۔ کہتے ہیں آپ جمہوری طریقے سے اسے حاصل کریں۔ ہم نے تو شروع سے جمہوری طریقے سے کوشش کی، ایک انقلاب کا طریقہ تھا، ایک انتخاب کا ہم نے ایوب کے خلاف انقلابی تحریک چلائی کامیاب ہوئے انتخابات لڑے کامیاب ہوئے مگر غریب پرور یا اقتدار عوام کو پھر بھی نہ ملا ہم بڑی شرافت سے اقتدار مانگ رہے تھے وہ کہتے ہیں کون اُٹھا سکتا ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ جمہوری طریقے سے معاملہ ہو جائے۔ ہم نے مارچ سے ستمبر تک صرف مذاکرات کئے ہیں۔ اب نوبت یہاں تک آپہنچی ہے کہ خزانے میں کچھ نہیں رہا۔ بین الاقوامی طور پر ہمارا نام ختم ہوگیا۔ دنیا میں حکومتوں کا رواج ہے کہ چھوٹا سا فیصلہ ہو تو وہ بھی پارلیمنٹ میں لے جاتے ہیں امریکہ جرمنی فرانس، جرمنی میں حال ہی میں ایک نوجوان نے جرمنی کے منتخب چانسلر کو جو وزیر اعظم کے برابر ہوتا ہے اس کے چانٹا مار دیا۔ یہ چانسلر تھا منتخب چانسلر اس لئے عزت کے قابل ہے۔ چانٹا مارنے والے کو سزا ملنی چاہیے تھی لیکن یہ منتخب چانسلر تھا عوام نے اسے منتخب کیا تھا اس لئے اس نے عوام کا احترام کیا معاف کر دیا۔ یہاں اس ہی کے خلاف کچھ ہو جائے تو ڈنڈا چل جاتا ہے سیاست میں نہ صرف صحیح فیصلہ بلکہ پارلیمنٹ میں بتانا پڑتا ہے کہ فیصلہ کیسے کیوں کیا گیا۔ یہاں تو ریڈیو فیصلے سناتا ہے ایک خبر دوسری خبر ٹھکا ٹھک آتی رہتی ہے ہمیں بتاؤ تو سہی آگاہ کرو ہم حکومت میں دخل نہیں دیتے لاحول ولا قوۃ کچھ بتاؤ تو سہی قوم چکر میں پڑی رہتی ہے سیکریٹری اطلاعات چار لائنیں انگریزی میں نہیں لکھ سکتے کیسے چلے گی وزارت اطلاعات کہتے ہیں کیوں پوچھتے ہو ہم تو نیک نیتی سے پوچھ رہے ہیں ایک نشست کے ساتھ والا کیوں پوچھتا ہے اور اس کی بات بھی مان لی جاتی ہے پوچھنا ہر ایک شہری کا حق ہے۔ میں کہتا ہوں چلو اکثریت کو گولی مار دو۔ اس چیلی کباب کو حکومت دے دو بھٹو تو خادم ہے غلام ہے عوام کا۔ میں تو معمولی انسان ہوں ہماری جدوجہد جاری ہے اسمبلی کے اندر بھی اسمبلی کے باہر بھی۔ اسمبلی کے باہر زیادہ جاری ہے اندر ہم بیٹھے ہیں تو پا فر ۲ کروڑ ہیں۔ اگر نمائندے غلط بات کریں گے تو ہم سب سے انتقام لے سکتے ہیں میرا ایک پاؤں اندر ہے اور ایک پاؤں باہر ہے ہم آپ کو نہیں چھوڑ سکتے یہ چالبازی نہیں ہے۔ وقت آئے گا تو میں مقابلہ نہیں کرونگا انصاف مقابلہ کرے گا وقت کا تقاضا مقابلہ کرے گا۔ عوام کے ساتھ جو ظلم ہو رہا ہے وہ مقابلہ کرے گا یہ بہادروں کی قوم ہے چوہوں کی قوم نہیں ہے اس میں اپنے مطالبوں اور حقوق کے لئے استحصال کے خلاف مقابلہ کرنے کی اہلیت ہے میں جانتا ہوں دیکھو لاہور میں کیا ہوا یعقوب مسیح کا واقعہ وہ میرا ورکر تھا میں اس علاقے سے منتخب ہوا ہوں مت پوچھو میرے دل پر کیا بیتی اسے سب کالا کہتے تھے کالا وہ نہیں تھا کالے وہ ہیں جو دستور لکھ رہے ہیں کیا حشر ہوا اس پولیس اسٹیشن کا ہمیں آزمائش میں نہ ڈالو ہم نے تو گالی بھی نہیں دی تھی یہ نہ کہو کہ ہم اس طاقت کو بھی ختم کر دیں گے پیپلز پارٹی کی طاقت پاکستان کی طاقت ہے جس سے بھارت بھی ڈرتا ہے میں پوچھتا ہوں کیا یہاں لاشیں رہ جائیں گی جو ملک کی خدمت کریں گی کون سے انجکشن لگاؤ گے نصر اللہ خاں کو جس سے وہ حرکت میں آئے گا

ہمیں احترام ہے صدر یحییٰ کے وعدوں کا وہ کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت دیں گے ہمیں یقین ہے کہ اس سال کے آخر تک اسمبلی آجائے گی۔ نیا سال جمہوریت کا دور ہونا چاہیئے اگر نہ ہوا تو ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا ایک برس انتظار کیا ہے الیکشن کے بعد مسائل الجھتے جا رہے ہیں۔ غیور بلوچو، غیور پاکستانیوں بھٹو ایڈ کنڈ بشنڈ جیل میں نہیں جائے گا۔ میں باہر رہوں گا۔ پہلی گولی کھاؤں گا ہم پاکستان کو تقسیم کرنے کے لئے اور علیحدگی کے لئے نہیں لڑ رہے ہیں ہمیں مجبور کیا گیا تو ہم خالی ہاتھ لڑیں گے سچ ہمارا ساتھ دے گا۔ صداقت ہمارا ساتھ دے گی حق ہمارا ساتھ دے گا۔ یہ جدوجہد جائز جدوجہد ہے جائز جدوجہد کو طاقت نہیں کچل سکتی۔ طاقت سے صرف ناجائز جدوجہد کو کچلا جا سکتا ہے غریبوں کے بچو قائداعظم کا پاکستان جمہوریت کے لئے بنا تھا میں خبردار کرتا ہوں کہ اگر جنوری میں اقتدار منتقل نہ ہوا مارچ اپریل تک بات چلی گئی تو بھول جاؤ جمہوریت کو جمہوریت کبھی نہیں آئے گی۔ پھر پاکستان کو اللہ تعالیٰ ہی محفوظ رکھے بارشیں شروع ہوگئیں اور اب کے بجٹ عوامی حکومت نے نہ بنایا تو جمہوریت ختم۔ پھر یا غلاموں کی طرح لیٹ جاؤ۔ نہیں تو کہو کہ اس زندگی سے موت بہتر ہے۔

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

خبردار اے نوجوانو مزدوروں اور مزدوروں کے بچو کسانوں اور کسانوں کے بچو تم پر کافی ظلم ہو چکا ہے آپ فیصلہ کر چکے کہ حکومت کس نے کرنی ہے ڈٹے رہو کل تمہاری ہے آپ کی زنجیریں توڑنی ہیں آپ کی تکلیفیں دور نہ ہو سکیں تو کم از کم آپ کے بچوں کے بیٹوں کی تکلیفیں تو دور ہو جائیں گی

ایچ اے پیرزادہ

سرکاری قومی اتحاد کے پانچ رہنما

ہر ایک دوسرے سے پانچ ہاتھ آگے

ہر ایک لیلائے وزارت کے وصل کا خواہشمند

سب کا ماضی اور حال سیاہ کارناموں سے مزین ہے

جس روز سے سیاسی سرگرمیوں پر سے پابندیاں کچھ نرم ہوئی ہیں اسی روز سے پیپلز پارٹی عبوری حکومت کے زیر عتاب آگئی ہے اور حکومت کا تمام تر نزلہ پیپلز پارٹی پر ہی گر رہا ہے عالم یہ ہے کہ اگر ملک کے کسی کونے میں حکومت سے ہی کوئی غلطی سرزد ہوئے تو اس کا پیپلز پارٹی کو ہی مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور راتوں رات گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا جاتا ہے سرگودھا میں بھی کچھ اسی قسم کا سلسلہ جاری ہے جس کے نتیجے میں پیپلز پارٹی کے تمام لیڈر اور سینکڑوں کارکن جیل کی کال کوٹھڑیوں میں نظر بند ہیں۔

دوسری طرف قومی اتحاد کے لیڈر پیپلز پارٹی کے لیڈروں کی گرفتاری پر بہت خوش نظر آتے ہیں ان لیڈروں نے جس روز سے صوبائی وزارتوں کی تشکیل کے بارے میں سنا ہے اسی دن سے ان کی سیاسی زندگی میں ہلچل مچی ہوئی ہے اور سب کے سب لیلائے اقتدار کے وصل کے مزے لوٹنے کی ہوس میں بھاگ دوڑ کر رہے ہیں اس سے قبل یہ تمام لیڈر ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتے تھے اور اپنے آپ کو بے ضرر دکھانے کے لئے سیاسی آسن پالتی مار کر پڑ جاتے ہیں لیکن صوبائی وزارتوں کی تشکیل کی توقع کے بعد سے ان تمام کی صحت قابل رشک ہے ہر روز یہ امیدوار اس شوق میں اخبار خریدتے ہیں کہ شاید آج صوبائی وزارت کے اعلان کی لاٹری میں ان کا نام نکل آئے مگر انہیں ہر روز مایوسی کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے پچھلے دنوں ان کی مایوسی میں شدت اس وقت پیدا ہوئی جب جنرل ضیا کا یہ بیان ان کی نظر سے گزرا کہ آپ صوبائی وزارتوں کو بھول جائیں۔

سرگودھا میں صوبائی وزارتوں کے لئے تقریباً پانچ امیدوار ہیں جن میں سے دو کا تعلق مسلم لیگ سے ہے دو کا جمہوری پارٹی سے ہے جبکہ ایک امیدوار جمعیت علماء اسلام سے اور ایک کا تعلق رجعت پسند اور اقتدار پسند جماعت، جماعت اسلامی سے ہے یہ پانچوں اشخاص صوبائی وزارت کے قلمدان کو حاصل کرنے کے لیے مضطرب نظر آتے ہیں ان میں سے ایک موصوف ڈپٹی ظفر اللہ خان ہیں جن کا تعلق مسلم لیگ سے ہے ماضی میں آنریری مجسٹریٹ بھی رہ چکے ہیں اور ان کا ماضی سیاہ کارناموں سے بھرا پڑا ہے مگر آجکل رجعت پسند صحافی اور اخبارات نے ان کو بانس پر چڑھا رکھا ہے موصوف پچھلے کئی سالوں سے مسلم لیگ سے وابستہ ہیں۔ مگر ان کی زندگی میں ایک وقت وہ بھی آیا تھا کہ جب وہ قائد عوام جناب بھٹو کے گن گاتے پھرتے تھے اور قائد عوام کے خلاف ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کرتے تھے مگر کچھ ہی عرصہ بعد جب انہیں پیپلز پارٹی کے پلیٹ فارم سے ٹکٹ نہ ملا تو موصوف بھٹو اور سوشلزم کے خلاف ہو گئے اور ان کے خلاف دھواں دھار بیانات دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ۱۹۷۰ء میں پیپلز پارٹی کے امیدوار کے ہاتھوں بری طرح شکست سے دوچار ہوئے لیکن ڈھیٹ اتنے ہیں کہ ہمت نہیں ہارتے ہر بار الیکشن میں کھڑے ہوتے ہیں اور ہر بار ہار جاتے ہیں یہ وہی موصوف ہیں جو دولتانہ کے زمانے میں الیکشن جیتنے کی غرض سے بیلٹ بکس ہی گھر اٹھا لائے تھے لیکن مارچ ۱۹۷۷ء کے الیکشن کے خلاف چلائی جانے والی تحریک میں بیلٹ بکس کے تقدس کے چوہدری کہلائے

دوسرے امیدوار میاں طفیل گوندی صاحب ہیں جو آج کل میاں زاہد سرفراز کو اپنا رشتہ دار گردانتے ہیں اور ان کے قدموں میں بیٹھے وزارت کی مالا جپ رہے ہیں وزارت کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ موصوف زاہد سرفراز کو اپنی سابقہ وفاداریاں بھی اکثر یاد دلاتے رہتے ہیں کہ کہیں سرفراز صاحب انہیں فراموش نہ کر دیں یہی وجہ ہے کہ موصوف کا ایک پاؤں سرگودھا میں ہوتا ہے تو دوسرا اسلام آباد میں ان کی پوری کوشش ہے کہ وہ صوبائی وزارت کی اس نشست پر ظفر اللہ خاں کو مات دے جائیں

لیکن دوسری طرف ظفر اللہ نے بھی کچی گولیاں نہیں کھیل رکھیں انھوں نے بھی ہر جی پکار کا دامن

باقی صفحہ ۵۰ پر

عدالت کا فیصلہ سنتے ہی

نصیر اللہ خان بابر نے

تمام فوجی اعزازات واپس کر دیئے

صوبہ سرحد میں پیپلز پارٹی کی حمایتیوں کی گرفتاریاں بدستور جاری ہیں اور انہیں فوجی عدالتوں سے سزائیں بھی دی جا رہی ہیں ایسا نظر آ رہا ہے کہ پیپلز پارٹی کے کارکنوں اور مارشل لاء حکام کی یہ "جنگ" اس وقت تک جاری رہے گی جب تک اس ملک میں جمہوریت قائم نہیں ہوتی صوبہ سرحد میں ان دنوں یہ جنگ بڑے دلچسپ مرحلے میں داخل ہو چکی ہے پیپلز پارٹی کے ممتاز لیڈر نصیر اللہ بابر کو گرفتار کر کے انہیں فوجی عدالت سے ایک سال قید بامشقت کی سزا سنا دی گئی ہے، ان کی سزا کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل کی تیاریاں کی جا رہی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ جب یہ تحریر آپ پڑھ رہے ہوں وہ اپیل دائر کر چکے ہوں ایک اخباری اطلاع سے معلوم ہوا ہے کہ جنرل صاحب نے اپنے وہ تمام تمغے جو انہیں ۱۹۶۵ء کی جنگ میں بھارت کے خلاف اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کرنے پر دیئے گئے تھے واپس کرنے کا اعلان کیا ہے معلوم ہوا ہے کہ وہ تمام فوجی اعزازات ایک چھوٹے بکس میں بند کر کے عدالت کا فیصلہ سننے وقت اپنے ساتھ لائے تھے جب ملٹری کورٹ نے انہیں ایک سال قید کی سزا سنائی تو انہوں نے یہ بکس عدالت کے حوالے کر دیا ان کے پاس دو ستارہ جرأت تھے ایک ۱۹۷۱ء اور دوسرا ۱۹۶۵ء میں ملا تھا ۱۹۶۵ء میں ستارہ جرأت اس وقت ملا جب انہوں نے چھمب سیکٹر میں بھارت کے ایک بڑے فوجی دستے کو اکیلے گرفتار کیا تھا۔ مشرقی پاکستان میں اعلیٰ کارکردگی پر تمغہ پاکستان دیا گیا اس کے علاوہ دفاع کے چاروں تمغے بھی ان کے پاس تھے ان میں سے ایک تمغہ ۱۹۴۸ء میں دوسرا ۱۹۶۵ء میں تیسرا ۱۹۶۵ء ۱۹۶۶ء اور ۱۹۶۵ء میں کشمیر کی لڑائی میں ملا تھا، انھوں نے تین ہزار گھنٹہ تک محفوظ پرواز کا ونگ بھی واپس کیا تھا، موصوف نے تمغے واپس کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے یہ تمغے اپنے خون پسینہ کی جدوجہد سے حاصل کئے تھے انہوں نے زخمی ہونے کی وجہ سے ملنے کی پٹی بھی واپس کر دی جو انہیں فوج کی جانب سے ملی تھی انہوں نے یہ موقف بھی اختیار کیا ہے کہ ایک غدار کو یہ تمغے اپنے پاس رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور جب میں اس ملک کا غدار ہوں تو پھر میں یہ تمغے کیوں اپنے پاس رکھوں؟

ابھی تک اس اعلان کے متعلق حکومت نے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا اور خاموشی اختیار کر رکھی ہے۔

قارئین کو یاد ہوگا کہ اس ملک پر جب انگریزوں کا قبضہ تھا اور وہ قیام پاکستان میں لیت و لعل سے کام لے رہے تھے اور مسلمانوں پر ظلم کر رہے تھے تو قائد اعظم کی ہدایت پر برصغیر کے مسلمانوں نے انگریزوں سے ملے ہوئے تمام خطابات احتجاج کے طور پر واپس کر دیئے گئے، تاہم آج یہ صورت حال تو نہیں لیکن اس سے ملتی جلتی صورت حال ضرور موجود ہے اب ہم دیکھتے ہیں کہ موجودہ حالات کیا رخ اختیار کر رہے ہیں لیکن ہم اتنا کہنے سے گریز نہیں کریں گے کہ آج پاکستان ۱۹۷۱ء کی طرح ایک بار پھر دوراہے پر کھڑا ہے اور وہی شرپسند عناصر ایک بار پھر سر اٹھا رہے ہیں جو قیام پاکستان کے وقت دو قومی نظریہ کو تسلیم نہیں کرتے تھے آج وہ عناصر پھر "میدان" میں نکلے ہیں اور انھوں نے چار

چار جنگوں میں پاکستان

کی حفاظت کرنے والا جیل

میں اور چار قومیتوں کے

پرچار کرنے والے آزاد ہیں

قومیتوں کا پرچار بڑے زور شور سے شروع کر رکھا ہے اور ہمیں اس بات پر مزید حیرت ہوتی ہے کہ موجودہ حکومت نے گہری خاموشی اختیار کر رکھی ہے جب کہ اسی حکومت نے انھیں محب وطن ہونے کا سرٹیفکیٹ عنایت کیا ہے اور جو لوگ محب وطن ہیں انہیں غدار کے لقب سے پکارا ہیں، جناب بھٹو نے بھی سات سال تک اس ملک پر حکومت کی تھی لیکن ان کے دور حکومت میں

آج کے حالات انگریزوں کے دور کے حالات سے مماثلت رکھتے ہیں

شروع شروع میں ایسے حالات ضرور تھے لیکن بعد میں انہوں نے اس پر اس حد تک قابو پا لیا کہ ان عناصر نے خاموشی اختیار کر لی جو آج ایک بار پھر چار قومیتوں کا پرچار کر رہے ہیں اور دوسری طرف جناب بھٹو نے اسلامی ملکوں سے اپنے تعلقات مضبوط کر کے عالم اسلام کی آواز کو بلند کرنے کے لئے اسلامی سربراہی کانفرنس بلائی اور تیسری دنیا کے مظلوم عوام کی آواز کو اقوام متحدہ تک پہنچایا تو دوسری طرف تمام بڑی طاقتوں سے برابری کی بنیاد پر تعلقات قائم رکھے لیکن آج ہماری خارجہ پالیسی امریکہ کے مرہون منت ہے اور ہم امریکہ کے بغیر کچھ بھی نہیں کر سکتے اور نہ کرتے ہیں ہمارے اس رویے کی بنا پر ایک سپر پاور ہم سے ناراض ہو گئی ہے جو ہمارے لئے نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے، ان تمام حالات کو دیکھنے کے بعد اگر محسوس کیا جائے تو ہمیں اپنا ملک چاروں طرف مشکلات اور مسائل سے گھرا ہوا معلوم ہوگا" اب بھی وقت ہے کہ انتخابات جلد از جلد کرا کر حکومت منتخب نمائندوں کے حوالے کی جائے تاکہ وہ ان تمام حالات پر قابو پا سکیں تاہم انتخابات کے سلسلے میں ایک یہ بات بھی ضروری ہے کہ وہ آزادانہ اور منصفانہ ہوں

بن غازی سے پاکستانی مزدور رہنما کا بیان

ملک کی بقا کیلئے منتخب عوامی حکومت کا قیام لازمی ہے

بائیں بازو کے مزدور ڈاکٹر ولی مہر خلیل نے مارشل لاء انتظامیہ کو خبردار کیا ہے، کہ مارشل لاء ہٹا کر ملک میں فوری طور پر منتخب حکومت قائم کی جائے مسلم لیگ جس نے پاکستان بننے کے بعد سے آج تک مارشل لاء حکومتوں کا ساتھ دے کر جمہوریت کی بیخ کنی ہے۔ ایک دفعہ پھر ملٹری حکومت کا ساتھ دے کر سٹیج پر نمودار ہو رہی ہے ملک کی افرادی طاقت کا کوئی پرسان حال نہیں، اور بیرونی ممالک میں پاکستانی سفیر صرف تنخواہ دار ملازموں کی حیثیت سے کام کر رہے ہیں اس طرح افرادی طاقت سے جو زرمبادلہ ملکی فلاح کے لئے ممکن تھا خواب خرگوش نظر آنے لگا۔ جن لوگوں کے انتخابات میں منتخب ہونے کے امکانات معدوم تھے وہی لوگ نے شریعت کی دوڑ میں پیشت ڈال کر سیوں کے چکر میں لڑتے ہیں پاکستان کے غریب عوام کو اسلام اور شریعت کے نام پر ابھارا گیا۔ اور سیاسی فوائد حاصل کئے ابھی مفتی محمود لغاری اور میاں طفیل کا اسلام کیا جی ایچ کیو سے طلوع ہونا تھا۔ اگر شریعت اسلام آباد کے اتنی نزدیک تھی۔ تو عوام کو کیوں دھوکے میں رکھا گیا۔ ملک کا مظلوم طبقہ مزدور۔ اور کسان جو پاکستان میں معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کا کردار ادا کر رہے ہیں انہیں کس جرم کی سزا دی جا رہی ہے۔ زرعی اجناس پیدا کرنے کے خالق اس کے کھانے سے محروم ہے۔ اور ملک کا اکثریتی طبقہ روزمرہ استعمال کی چیزوں کی حصولی سے محروم ہیں نوکر شاہی کی عیش و عشرت نے غریب عوام کو مجبور کر دیا ہے۔ کہ وہ پاکستان میں مزدور امریت کو قائم کرنے کے لئے اور اس کی بقا کے لئے خون نذرانہ پیش کریں۔ اور عدل و انصاف پر مبنی معاشرے کی تشکیل میں اپنا خونی حصہ ادا کریں

میانوالی — محمد سلطان

قربانی سے پہلے ملاؤں نے کھالوں کے سودے کر لئے

ضلع میانوالی سے قصبہ وان بھچراں میں بریلوی اور دیوبندی ملاؤں نے عید قرباں سے تین روز قبل غلام رسول قصاب کے ساتھ بیالیس روپے فی کھال زندہ قربانی کا سودا کر لیا تھا جسے کوئی دس ہزار کی مالیت کی کھالیں دینا تھیں

مگر قربانی کے روز کھالوں کی قیمت بڑھ چکی تھی جس پر بریلوی ملاؤں نے اپنے سودے سے انحراف کیا اور کہا کہ زندہ قربانیوں کا سودا شرعاً جائز نہیں ہے اس لئے وہ پہلا سودا شرع کے خلاف تھا اس لئے نیا سودا کیا جائے جس پر غلام رسول قصاب نے نیا سودا کیا اور ۵۵ روپے فی کھال کے حساب سے چکایا مگر دیوبندی حضرات نے اپنے سودے سے انحراف نہ کیا اور اسی بیالیس روپے فی کھال پر کھالیں فروخت کیں اس مسئلہ کی تحقیق ہو رہی ہے کہ کیا زندہ قربانیوں کی کھالوں کا سودا شرع میں جائز ہے یا نہیں —

عاقل لودھی

کسی محکمے کے سربراہ نے نماز کی امامت نہیں کی

سردیاں شروع ہو چکیں ہیں حیدرآباد کے عوام نے اپنے پرانے کپڑوں کو دھوپ دینے، بند صندوقوں سے باہر نکال لیا ہے۔ اس طرح شہر کے سیاستدان پرانی سیاست اور پرانے نعروں کو دھوپ دے کر دوبارہ عوام کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ہفتہ اصلاح عوام ختم ہو چکا ہے اور کرپشن عام شروع ہو چکا ہے حیدرآباد کے تمام محکموں میں رشوتوں کا بازار گرم ہے۔ جگہ جگہ منشیات کے اڈے قائم ہیں۔ مارفیا۔ منیڈرکس چرس۔ افیم کچی شراب اور بلیو فلم کے اڈے عام ہیں جس پر قومی اتحاد کے رہنما اسلامی نظام کا نعرہ لگا رہے ہیں اور پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ اسلامی نظام کے قیام کا آغاز ہو چکا ہے

صدر مملکت کے اس حکم کے باوجود کہ تمام محکموں کے سربراہ اپنے اپنے اداروں میں نماز پڑھائیں گے لیکن اب تک ہماری اطلاع کے مطابق کسی بھی محکمے میں کسی بھی سربراہ نے نماز نہیں پڑھائی۔ حیدرآباد میں بعض اہم محکموں پر اسلام کے مختلف فرقوں کے افراد سربراہی کی خدمات انجام دے رہے ہیں جس کی بناء پر وہاں کے ملازمین نے ان کے پیچھے نماز ادا کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ بعض محکموں میں اسی بناء پر معمولی جھڑپیں بھی ہوئی ہیں

٭

حیدرآباد کی سیاست میں بھی بڑے پیمانے پر تبدیلیاں آرہی ہیں۔ شہر سے پیپلز پارٹی کی قیادت غائب ہے بعض افراد کا کہنا ہے کہ حیدرآباد میں پیپلز پارٹی کے لیڈروں کے وارنٹ ہیں۔ بعض افراد نے پیپلز پارٹی میں اس وجہ سے کام کرنا بند کر دیا ہے کہ اُن کو سندھ پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے سابق صدر حسن شاہ بخاری کو پیپلز پارٹی سندھ کا جنرل سیکریٹری بنائے جانے پر اعتراض ہے۔ کیونکہ پیپلز پارٹی کے دورِ

پیپلز پارٹی کی قیادت حیدرآباد سے غائب ہے

حکومت میں جب ایس پی ایس ایف میں بعض گروہوں کے درمیان تنازعہ بڑھا تھا اور سندھ پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن دو گروپ میں تقسیم ہو گئی تھی تو سندھ کے سابق سینئر وزیر عبدالوحید کٹپر نے ایس پی ایس ایف کے دونوں گروپوں کو بلا کر ایک مشترکہ کمیٹی بنائی تھی جس کے بعد حسین شاہ بخاری کو سندھ پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا چیئرمین بنا دیا گیا تھا۔ بعد میں مخالف گروپ نے عبدالوحید کٹپر سے احتجاج کیا تھا کہ حسین شاہ بخاری کسی تعلیمی ادارہ کا باقاعدہ طالب علم نہیں ہے۔ واقعی یہ بات حقیقت بھی تھی۔

تحریک استقلال کے نائب صدر محمد سعید کے پاس دولت کہاں سے آئی

تھا۔ چند روز قبل ہماری ملاقات پیپلز پارٹی سندھ کے جنرل سیکریٹری حسین شاہ بخاری سے کراچی میں ہوئی ان کے ساتھ پیپلز پارٹی حیدرآباد کے صدر علی نواز شاہ بھی تھے جب ہم نے اُن سے معلوم کیا کہ آپ لوگ حیدرآباد کیوں نہیں جاتے وہاں کارکن آپ کا انتظار کر رہے ہیں تو ان حضرات نے برجستہ جواب دیا کہ حیدرآباد میں ہمارے وارنٹ ہیں۔ جب کہ حیدرآباد پولیس کے ذرائع اور پی پی پی کے کارکنوں کے مطابق ان کے وارنٹ نہیں ہیں بلکہ یہ لوگ مسٹر بھٹو کی سپریم کورٹ میں اپیل کے فیصلے تک خاموش رہنا چاہتے ہیں۔

حیدرآباد کے سیاسی ذرائع اور بعض افراد اس بات کا کھوج لگانے کی کوشش کر رہے ہیں کہ تحریک استقلال حیدرآباد کے رہنما اور سندھ کے نائب صدر محمد سعید کے پاس لاکھوں روپیہ کہاں سے آگیا۔ کیونکہ جب بھی تحریک استقلال کے سربراہ حیدرآباد آتے ہیں تو محمد سعید ایئر مارشل اصغر خان کے استقبال پر ہزاروں روپیہ خرچ کرتے ہیں۔ لیکن اسی کے باوجود ایئر مارشل اصغر خان ان کو تحریک میں کوئی اہم مقام دینے پر راضی نہیں ہیں۔ ایک جانب محمد سعید حیدرآباد میں اپنی سیاست کو روپے کے بل پر چلا رہے ہیں تو دوسری جانب ان کے مخالف گروپ سراج الدین قریشی بغیر پیسے کے تحریک استقلال کی ممبر سازی میں مصروف ہیں۔ ان کا ہے کہ تحریک استقلال حیدرآباد کے کارکنوں کی اکثریت ان کے ساتھ ہے اور محمد سعید صرف اخباروں تک محدود ہے اور جعلی حرکتوں کے ذریعے شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے تحریک استقلال حیدرآباد کے باوثوق ذرائع کے مطابق آئندہ جب تحریک کے سربراہ ایئر مارشل اصغر خان حیدرآباد آئیں گے تو تحریک کے کارکن محمد سعید کے خلاف اپنی رپورٹ پیش کریں گے۔
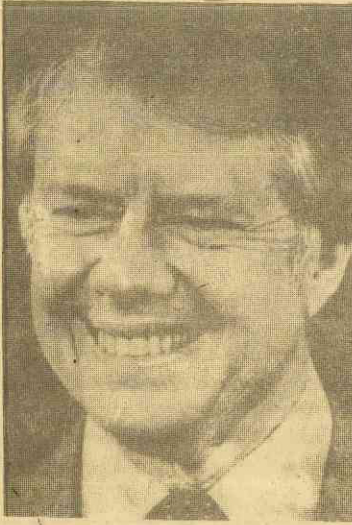
ایران ہمارا ہمسایہ

جمی کارٹر کے نام ایک خط

ایڈیٹر، ہفت روزہ "رازداں" کراچی

پاکستان فیڈرل یونین آف اسٹوڈنٹس، سندھ نیشنل اسٹوڈنٹس فیڈریشن، پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن، بلوچ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن اور فیڈریشن آف پنجاب کا ایک وفاقی ادارہ ہے طلبہ کا یہ ادارہ جہاں وطن میں استحصالی غیر انسانی اور سامراجی عزائم کے خلاف سینہ سپر ہے وہاں وہ تمام دنیا کے مظلوم اور کچلے ہوئے لوگوں کی آزادی اور جدوجہد کی حمایت کرتا ہے

ہم اسی جذبہ کے تحت آرگنائزیشن آف ڈیموکریٹک یوتھ اور ایرانی طلبہ کی جانب سے ان کا کھلا خط آپ کو ارسال کر رہے ہیں ہمیں یہ خط اگرچہ بہت دیر میں ملا کیونکہ اب ایران میں عوام دشمن کاروائیاں عروج پر پہنچ چکی ہیں۔

ایرانی طلبہ پر مشین گنوں سے گولیوں کی بوچھار ہو رہی ہے اور ہیلی کاپٹر کے ذریعے لوگوں کو گولیوں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے جو فسطائی قوتوں کے بہیمانہ رویہ کا بھرپور اظہار ہے تاہم شاید یہ خط شائع کر کے آپ اپنے قارئین کو ایرانی کی صورتحال سے آگاہ کر سکیں گے اور دوسری جانب آپ ایرانی عوام سے اپنی یکجہتی کا اظہار بھی کر سکیں گے

"خیر اندیش"

جمی کارٹر صاحب

انسانی حقوق کے بارے میں

آپ کے بلند بانگ دعوے کیا ہوئے؟

جناب جمی کارٹر

صدر امریکہ

اس کھلے خط کے دستخط کنندگان ایران کے مظلوم اور کچلے ہوئے عوام کی جانب سے ان ہیں انسانی حقوق کی پامالی کے ان گنت ات آپ کے علم میں لانا چاہتے ہیں۔ یہ خط آپ کے نام اس لئے لکھ رہے ہیں کہ آپنے اپنی انتخابی مہم کے دوران اور صدارتی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بارہا انسانی حقوق کی پامالی کے خلاف جدوجہد کرنے کا دعویٰ کیا تھا۔ لیکن اس بلند بانگ دعوے کے برعکس ایک ایسی حکومت جس نے اپنے ملک کو اذیت رسانی کے کیمپ میں تبدیل کر دیا ہے یعنی شہنشاہ ایران کی موجودہ مطلق العنان حکومت کو آپ کی آشیرباد حاصل ہے

جناب صدر،

آپ بخوبی واقف ہیں کہ شاہ کی حکومت ایک قوم دشمن فوجی بغاوت کی پیداوار ہے جس نے ایک عظیم محب وطن ڈاکٹر مصدق کی قانونی اور قومی حکومت کا تختہ الٹ کر موجودہ شاہ کو دوبارہ تخت نشین کیا۔ اگست ۱۹۵۳ء کی اس فوجی بغاوت کے پیچھے C-I-A اور ایرانی فوج کے امریکی مشیروں کا ہاتھ کارفرما تھا۔ سازشیوں نے قانونی وزیر اعظم کو قید کیا اور بعد میں ایک فوجی ٹریبونل نے انہیں سزا دیدی۔ اس دن سے آج تک شہنشاہ ایران کے حاکم مطلق ہیں اور ایران کی قومی دولت اور تمام وسائل کو اپنی بدعنوان اور جابر بادشاہت کو مستحکم کرنے کے لئے استعمال کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ امریکہ کی رضامندی سے شاہی فوج اور "ساواک" کے ہزاروں امریکی مشیروں کی زیر نگرانی ہو رہا ہے جنہوں نے ہمارے ملک کو ایک بڑے اذیت رسانی کیمپ میں تبدیل کر دیا ہے۔ ہزاروں محب وطن اور آزادی کے متوالے قید ہیں اور ہزاروں اذیتیں برداشت کرتے ہوئے جان دے چکے ہیں شاہ کی حکومت نے ہمارے ملک سے قومی آزادی کی جڑیں تک نکال پھینکی ہیں۔ اور انسانی حقوق کو مذاق

شاہ کی پالیسیاں ان کی تشدد پسند طبعیت کی غماز ہیں

بنادیا ہے۔ دنیا کی سب سے خوفناک پولیس "ساواک" کا ایران میں دور دورہ ہے پچھلے ۲۵ سالوں میں لاکھوں انسان جو اس حکومت سے سیاسی اختلاف رکھتے تھے قید میں اذیت برداشت کر رہے ہیں "فائر اسکواڈ" کے ہاتھوں مارے جاچکے ہیں یا حکومت کے ایجنٹوں نے انھیں سڑکوں پر مار دیا ہے۔ ان لوگوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا وہ صرف اپنے ملک سے محبت کرتے تھے۔ انہیں اپنے ملک کی آزادی اور خود مختاری عزیز تھی۔

جناب صدر!

آپکو یقیناً علم ہوگا کہ گذشتہ دو سالوں میں ۲۵۰ سے زیادہ ایرانیوں کو سیاسی الزامات کے تحت سزا دی گئی ہے یا مار دیا گیا ہے۔ ایران کے عوام آپ سے یہ پوچھتے ہیں کہ آپ نے شاہ ایران کے ان جرائم پر احتجاج کیوں نہیں کیا

کچھ سالوں سے ایران کے عوام اور عالمی رائے عامہ کے دباؤ کے تحت کچھ امریکی جرنلسٹ ایران میں ہونے والے واقعات کی طرف متوجہ ہوئے ہیں انہوں نے شاہ کی حکومت کے اصلی

تنظیمیں سرکاری ملازمین کی ٹریڈ یونین ادیبوں آرٹسٹوں اور دانشوروں کی سماجی ادبی تنظیمیں

کو جو ایک ترقی پسند دانشور کا لیکچر سننے کے لئے جمع ہوا تھا ساواک اور پولیس کی مدد سے کچل

ایرانی پارلیمنٹ ساواک کے نامزد افراد کا کلب بن گئی ہے

خدوخال کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور حکومت کے پروپیگنڈے اور جھوٹ کا پول کھولا ہے۔

ایران میں تمام سیاسی پارٹیاں اور تنظیمیں غیر قانونی قرار دی جاچکی ہیں۔ صرف ایک "شاہی پارٹی" کا وجود ہے جو بلاواسطہ شاہ ایران کی زیر نگرانی ہے شاہ اس کے تمام لیڈروں کو نامزد کرتے ہیں مئی ۱۹۷۸ء کی پریس کانفرس میں شاہ نے اعتراف کیا تھا کہ اُس پارٹی کی جڑیں عوام میں نہیں ہیں

ایران کی پارلیمنٹ جو عوامی نمائندوں کا ادارہ ہونا چاہیئے "ساواک" کے نامزد لوگوں کے کلب کے سوا کچھ نہیں ان جی حضوریوں کا فرض محض شاہ کے احکامات کی تعمیل ہے۔

مزدوروں کی ٹریڈ یونین لٹو جواکول کی بھی غیر قانونی ہوچکی ہیں۔ حتیٰ کہ طلباء کے ثقافتی اور کھیلوں کے کلب تک غیر قانونی ہیں)۔

ایران میں آزاد پریس یا صحافت کی آزادی کا کوئی نشان نہیں ہے صرف تین اخبارات حکومت اور ساواک کی زیر نگرانی چھپتے ہیں۔ اپریل ۱۹۷۸ء میں ۹۰ صحافیوں نے ایک کھلے خط میں حکام سے سنسر شپ ختم کرنے اور پریس کی آزادی کا مطالبہ کیا تھا۔ یہ مثال ایران میں کسی بھی قسم کی آزادی کے فقدان کے ثبوت کے لئے کافی ہے۔

شاہ کی حکومت کے خلاف کسی بھی طرح کا اظہار جرم سمجھا جاتا ہے حال ہی میں شاہ ایران نے اپنی پالیسی میں کچھ نرمی کرنے کا اعلان کیا تھا لیکن اس اعلان کے فوراً بعد طلباء کے ایک اجتماع دیا گیا۔ تہران کے قریب ایک اور اجتماع کو ایسا ہی تجربہ ہوا جو ایک مذہبی موقع پر جمع ہوا تھا۔

یہ ہے شاہ کا نقطہ نظر آزادی اور انسانی حقوق کے بارے میں

جناب صدر!

اس قسم کی آزادی ہمارے ملک میں بہت ہے کیا یہی وہ آزادی ہے جس کی حفاظت کے لئے آپ بلند بانگ دعوے کرتے ہیں۔

قوم دشمن اور جنگجویانہ پالیسی شاہ کی تشدد پسند طبعیت کی غماز ہے ہمیں یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ مادر وطن جو کبھی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا جس کے عوام ایک بڑی انسانی تہذیب کا روشن حصہ تھے جس کے

شاعر اور فلسفی سعدی - حافظ خیام اور بو علی سینا تھے آج ہتھیاروں کی دوڑ ظلم و تشدد قتل سزائے موت اور محبان وطن کے لئے اذیت رسانی کی علامت بن گیا ہے -

ہماری تیل کی آمدنی ۲۵ عرب ڈالر کا آدھا اور قومی آمدنی کا ۳۰ فیصد فوجی مقاصد پر صرف ہو رہا ہے -

فوج پر خرچ ہونے والی اس کثیر رقم کا کوئی عقلی اور انسانی جواز موجود نہیں ہے - اس فوج کا کام ایران اور پڑوسی ملکوں کے آزادی اور خود مختاری طلب کرنے والے عوام کو کچلنا ہے شیطانی پولیس یعنی ساواک کا سالانہ بجٹ جو ۱۹۷۷ء میں آٹھ ارب ڈالر تھا ۱۹۷۸ء میں ۱۰ ارب ڈالر ہو گیا ہے - ہماری قومی آمدنی میں سے دس ارب ڈالر ان امریکی مشیروں پر خرچ ہوتے ہیں جنہوں نے ایران کی فوج کو کرائے کی قاتل فوج میں تبدیل کر دیا ہے - قوم دشمن پالیسیوں کی وجہ سے ملک معاشی بحران کی گرفت میں ہے - جو دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے -

ضروریات زندگی - غذائی اشیاء کپڑا - کرایہ دواؤں کی قیمتیں اس حد کو پہنچ چکی ہیں کہ دیہاتوں میں رہنے والے عوام کی اکثریت ان سے محروم ہے -

جناب صدر!

جیسا کہ نیویارک ٹائمز کے نمائندے نے اپریل ۱۹۷۸ء کے شمارے میں لکھا تھا کہ ایران کسمپرسی کے عالم میں ہے - جنوری سے مئی ۱۹۷۸ء کے درمیان لاکھوں لوگ شاہ کی مطلق العنان حکومت کے خلاف نفرت کے اظہار کے لئے سڑکوں پر نکل آئے عوام کے ان پر اُمن مظاہروں کو ساواک اور فوج نے بڑی بے رحمی سے کچل دیا - ایک ہزار آدمی مارے گئے کئی ہزار زخمی ہوئے آٹھ دس ہزار آدمی جیل بھیجے گئے - یہ ہیں شاہ کی دی ہوئی آزادی کی تازہ ترین مثالیں - اپنے ان اعمال کو حق بجانب ثابت کرنے کے لئے شاہ نے دعویٰ کیا کہ احتجاج کی یہ عظیم لہر "سیاہ ردِ عمل" اور "سرخ ردِ عمل" کی پیدا کردہ ہے - جنہوں نے مل کر شاہ کی ترقی پسندانہ قیادت کے خلاف سازش کی ہے - لیکن دنیا کے قابل اعتماد صحافیوں اور کالم نویسوں نے جن میں چند امریکی بھی شامل ہیں - زور دیا ہے کہ احتجاجی لہر کی جڑیں عوام کی پریشانیوں میں ہیں جو افلاس کے خلاف آزادی اور خود مختاری کے لئے جدو جہد کر رہے ہیں - ٹینک اور مشین گنوں کا خوف ان کے دلوں سے نکل چکا ہے -

شاہ اور اس کی سرکاری مشینری عوام سے کٹی ہوئی ہے - عوام کی اکثریت شاہ اور اس کی حکومت سے نفرت کرتی ہے "شاہ کی موت" وہ نعرہ ہے جسے عوام کی اکثریت کی حمایت حاصل ہے -

جناب صدر!

ہمیں یقین ہے کہ آپ ایران میں ہونے والے واقعات سے باخبر ہیں - لیکن ایران میں شاہ سے گفتگو کے دوران اور واشنگٹن میں شاہ کے گرمجوشانہ استقبال کے وقت انسانی حقوق کے بارے میں کئے گئے اپنے دعوے آپ کو یاد نہ آئے -

آپ کے عمل اور دعوؤں کے درمیان یہ تضاد حیرت انگیز ہے - کہیں شاہ ایران کے جرائم کے بارے میں آپ کی خاموشی کا تعلق پچھلے چھ سالوں میں ایران کو بیچے گئے ۲۵ - ارب ڈالر کے ہتھیاروں اور آنے والے سالوں میں اس سے بھی زیادہ متوقع سودوں سے تو نہیں

جناب صدر!

شاہ کی اس جابرانہ مطلق العنان حکومت کو ختم کرنے اور اپنی آزادی اور خود مختاری کے لئے عوام کی جدو جہد جاری رہے گی اور جیت یقیناً عوام ہی کی ہو گی - اس سڑی ہوئی غیر انسانی بادشاہت کے لئے آپ کی انتظامیہ کی حمایت آپ اور آپ کے ملک کے نام پر ایک بدنما داغ ہے - ہم جانتے ہیں کہ ایران میں ہونے والے واقعات کی بہت حد تک ذمہ داری امریکہ اور امریکہ کے صدر پر ہے - تاریخ اسے کبھی نہیں بھولے گی

ایرانی عوام

کی اکثریت

شاہ اور

ان کی حکومت

سے نفرت کرتی

ہے

عثمان کینڈی کہتے ہیں

نظامِ مصطفیٰ کے ٹھیکیداروں نے اسلام کے نام پر میری پیٹھ میں چھرا گھونپا ہے"

عثمان کینڈی ہر چند کہ پاکستان پیپلز پارٹی میں نووارد ہیں لیکن وہ سیاست کے میدانِ پرخار میں نئے نہیں ہیں۔ انہوں نے سیاست کے خشک کٹھن اور ناہموار زمین پر بڑے حوصلے اور ہمت سے سفر کیا ہے اور راہ میں ملنے والی رکاوٹوں کا مردانہ وار مقابلہ کرکے یہ ثابت کردیا ہے کہ یقین محکم راہ کی رکاوٹوں کے باوجود پائے استقامت میں لغزش نہیں آنے دیتا۔ اسمبلی کے اندر جب وہ پی پی پی کی حکومت میں حزب اختلاف کی بینچوں پر بیٹھتے تھے اور اسمبلی کے باہر جب وہ اپنی جماعت چھوڑ کر پی پی پی میں شامل ہو چکے تھے، انہوں نے ہمیشہ حق بات اور حق پرستوں کا ساتھ دیا ہے۔ عثمان کینڈی کی سیاسی فکر چند بنیادی سچائیوں کے گرد گھومتی ہے جس پر وہ کوئی سمجھوتہ کرنے پر آمادہ نہیں

وہ موجودہ فوجی حکومت میں چودہ ماہ قید خانے میں کاٹ کر آیا ہے۔ اس چودہ ماہ کے عرصہ میں جیل سے باہر وقت اور واقعات نے حالات کو بالکل نیا رنگ دیا ہے اس نئے رنگ میں بڑے بڑے حوصلہ مند پی پی پی سے علیحدہ ہوگئے ہیں جبکہ چھوٹے اور غریب کارکنوں نے جو ہر دور میں سیاسی ارتقا کی گمنام کڑیاں کرتی ہیں، پی پی پی کے لئے بے مثال قربانیاں دی ہیں۔ عثمان کینڈی ان میں سے ایک ہے۔ وہ آبلہ پا ہیں مگر آنکھوں میں کامرانی کی ان دیکھی منزل کا جلوہ ہے اور اسی بنا پر وہ سیاست کے بے آب و گیاہ میدان میں سفر کر رہا ہے جس کی منزل فتح بھی ہو سکتی ہے اور شکست بھی! لیکن چودہ ماہ جیل میں رہنے کے بعد اس نے یہ ثابت کردیا ہے کہ ارادے ذہن سے ابھرتے ہیں اور ذہنوں کو متاثر کرتے ہیں جب کہ لوہے کی سلاخیں اور سنگینیں ارادوں کے سفر میں رکاوٹ نہیں بن سکتیں اس نے آہنی سلاخوں کو شکست دے دی ہے!

ملاقات:۔ آغا مسعود حسین

سوال:۔ چودہ ماہ کی قید اور اس کے بعد رہائی ملنے پر اب تمہارا سیاسی لائحہ عمل کیا ہوگا؟

جواب:۔ جیل میں جانے کا مقصد یہ تھا کہ میرا تعلق ایک ایسی جماعت سے ہے جو موجودہ حکومت کی سخت ترین مخالف ہے اور سیاسی افق پر یہ حکومت پی پی پی کو زندہ نہیں دیکھنا چاہتی۔ اس سلسلے میں یہ بھی ایک کڑی ہے کہ پی پی پی کی ہر درجے کی قیادت کو جیل کی چار دیواری میں ٹھونس دیا جائے: تاکہ باہر کوئی نام لیوا نہ ہو اور پھر مثبت نتائج حسبِ منشا برآمد کئے جا سکیں، یہی ان کا مقصد تھا مجھے جیل میں چودہ ماہ تک بند رکھنے کا۔ جہاں تک میرے سیاسی لائحہ عمل کا تعلق ہے، تو میرا تعلق اس وقت پاکستان کی سب سے مضبوط جماعت سے ہے جو بھی میری پارٹی کا فیصلہ ہوگا، وہی میرا لائحہ عمل ہوگا۔

سوال:۔ عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ تمہیں جمعیت علماء پاکستان کے صدر شاہ احمد نورانی نے جیل میں بند کرایا تھا کیونکہ تمہارے اور ان کے درمیان سخت سیاسی اختلافات موجود ہیں اور اسی بنا پر تم نے پارٹی چھوڑی تھی؟

جواب:۔ آغا صاحب اس سلسلے میں ذرا تفصیل میں جانا ہوگا تاکہ وہ تمام حقائق پاکستان کے عوام اور بالخصوص حیدر آباد میں رہنے والے لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ میرے اور جمعیت علماء پاکستان کے صدر مولانا شاہ احمد نورانی کے درمیان اختلافات کیسے پیدا ہوئے آپ کو معلوم ہے کہ جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے ہم نے پاکستان کے دشمنوں، اپنے عقائد کے دشمنوں اور مودودی فتنے کا کس طرح مردانہ وار مقابلہ کرکے انہیں حیدر آباد میں ذلت آمیز شکست سے دوچار کیا تھا۔ اور حیدر آباد کے عوام کے حقوق کیلئے اسمبلی کی چار دیواری میں ان کی کس طرح نمائندگی کی تھی۔ اور جتنے بھی مشکلات کے دور آئے، ہم ثابت قدم رہے اور اپنی خواہشات کا گلا گھونٹتے ہوئے جمعیت علماء پاکستان کی شہرت کو بامِ عروج تک پہنچایا!

مولانا نورانی گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے ہیں

اسلام کے نام پر سیاست کی دکان چمکانے والے ابن الوقت افراد کا ساتھ میں نہیں دے سکتا تھا

جب بھی وقت پڑا خواہ وہ اسمبلی کی چار دیواری ہو، سڑکوں پر، ہم پاکستانی معاشرے کے بنیادی حقوق اور جمہوریت کے فروغ کیلئے جدوجہد کرتے رہے۔ اس ضمن میں ہمیں پسِ دیوارِ زنداں بھی جانا پڑا۔ اور جب جمعیت علمائے پاکستان کے کارکن کی حیثیت کردار کا مظاہرہ کرنے کا وقت آیا ہے تمام لوگوں نے دیکھا کہ ہم نے اپنے ایمان کی روشنی میں اور حزب اختلاف کے رکن کی حیثیت سے جمعیت علماء پاکستان کے نامزد امیدواروں کو اپنے ووٹ سے کامیاب کرایا۔ جس کے لئے مجھے باقاعدہ وزارت کی پیش کش اور تمام دنیاوی لالچ کی پیش کش کی گئی لیکن ہم نے اپنے کردار اور ایمان کو داغدار نہیں ہونے دیا۔ اس کے مقابلے میں جمعیت علمائے پاکستان کے تین اراکین قومی اسمبلی اور چار اراکین صوبائی اسمبلی جن کا تعلق پنجاب سے تھا۔ جمعیت علمائے پاکستان کو چھوڑ کر پی پی پی میں شامل ہو گئے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا تھا۔ غرضیکہ جب بھی وقت آیا، ہم ثابت قدم رہے لیکن مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ نظام مصطفٰے کے ٹھیکیداروں نے اسلام کے نام پر میری پیٹھ پر چھرا گھونپ دیا ہے اس کا پس منظر یہ ہے کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ حیدرآباد سے مولانا شاہ احمد نورانی قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کا ارادہ رکھتے ہیں تو میں نے اس کی شدید مخالفت کی۔ اور مخالفت کی وجہ یہ تھا کہ نورانی میاں ۱۹۷۵ء میں قومی اسمبلی کی نشست سے استعفےٰ دیکر سینیٹر منتخب ہوئے تھے جبکہ مدت چار سال تھی مارچ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں حصہ لینے کا مقصد یہ تھا کہ سینیٹ کی وہ نشست جس کے ڈھائی سال باقی تھے تھالی میں سجا کر اس وقت کی برسراقتدار پارٹی کے حوالے کر دیا جائے جب وہ سینیٹ کا الیکشن لڑ رہے تھے تو مجھے یہ بتایا گیا تھا کہ کیونکہ نورانی میاں کے خلاف ٹریبونل میں مقدمہ چل رہا ہے، ہو سکتا ہے کہ فیصلہ ان کے حق میں نہ ہو اس لئے انہیں سینیٹر کے لئے منتخب کیا گیا تھا۔ اب اس بات کو کیا کہئے کہ میرا اختلاف مو حقائق پر مبنی تھا یعنی ان کو حیدرآباد سے قومی اسمبلی کا انتخاب لڑنے کا کوئی حق نہیں تھا جب بات زیادہ بڑھی تو میں نے شاہ فریدالحق کو صدیق راٹھور کے سامنے اپنا استعفےٰ پیش کر دیا۔ شاہ فریدالحق نے کہا کہ میں اس استعفےٰ کے بارے میں مولانا شاہ احمد نورانی سے بات کروں گا۔ بہر حال انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تم اس کے بعد کیا کرو گے؟ کیا تم کسی پارٹی میں شامل ہو گے؟

میں نے کہا کہ میں سیاست میں رہوں گا اور تحریک استقلال میں شامل ہو جاؤں گا چنانچہ بات ختم ہو گئی۔ اس کے بعد میں شاہ فریدالحق سے دو تین بار ملا۔ شاہ صاحب نے کہا کہ میں نے بات کر لی ہے اور معاملہ ٹھیک ہو جائیگا۔ میں مطمئن ہو گیا کیونکہ شاہ صاحب پنج وقتہ نمازی ہونے کے علاوہ اپنی گفتگو میں اسلام اور نبی کریم ؐ کا بہت ذکر کیا کرتے تھے۔ اس کے بعد انتخابات کے سلسلے میں اسمبلیاں توڑ دی گئیں اسمبلیوں کے ٹوٹنے سے کچھ دن قبل شاہ فریدالحق اور مولانا حقانی حیدرآباد آئے۔ اور خادمین کا ایک اجلاس جمعیت علمائے پاکستان کے دفتر میں منعقد ہوا جس میں شاہ احمد نورانی نے خدا اور اس کے رسول ؐ کو حاضر و ناظر جان کر یہ وعدہ کیا کہ جمعیت کا صوبائی پارلیمانی بورڈ جو بھی فیصلہ کرے گا۔ اسکو ہر شخص تسلیم کریگا اور اگر اس نے بد دیانتی سے کام لیا تو میدان حشر میں اس کے دامن گیر ہونگے مگر ہوا اس کے برعکس انہوں نے جلد ہی گرگٹ کی طرح اپنا رنگ بدلنا شروع کر دیا۔ اس دن میری آنکھ کھلی کہ یہ کتنے کینہ پرور، دروغ گو، دھوکے باز اور جعل ساز لوگ ہیں۔ جو خدا اور اس کے رسول ؐ کے نام کو بھی اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لئے سیاست کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں میرے سلسلے میں شاہ فریدالحق نے کہا کہ تمہارے ٹکٹ کا فیصلہ نورانی میاں کریں گے میں اب انکی چال سمجھ چکا تھا اور مجھے میرے ذرائع سے معلوم ہو چکا تھا کہ شاہ احمد نورانی مجھ سے ذاتی بدلہ لینا چاہتے نیز ان کا رویہ نہ صرف آمرانہ تھا بلکہ خالصتاً تجارتی بھی چنانچہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میری ان جھوٹے، ابن الوقت، اسلام کے ذریعہ سیاست کی دکان چمکانے والوں کے ساتھ نہیں ہو سکتی اور میں نے استعفےٰ دے دیا۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۷۷ء کو مولانا شاہ احمد نورانی کی ملاقات جنرل ضیاء سے پنڈی میں ہوئی اور ۲۰ اکتوبر

کو مجھے گرفتار کر لیا گیا، نتیجہ آپ خود نکال سکتے ہیں۔

سوال: جیل میں تم پر کیا بیتی سنا ہے کہ تم پر خاصہ تشدد کیا گیا؟

جواب: جیل ماں کی گود نہیں لیکن زندوں کا قبرستان ضرور ہے۔ میں ڈیڑھ ماہ کراچی جیل میں رہا اسکے بعد مجھے لانڈھی جیل میں منتقل کر دیا گیا جہاں تم سے میری ملاقات ہوئی۔ منتقل کرنے کا پس منظر یہ تھا کہ بقرعید کی باسی کہ ہم نے بھوک ہڑتال کی جسکی قیادت ممتاز بھٹو اور حفیظ پیرزادہ نے کی تھی۔ بھوک ہڑتال ملک میں انتخابات کے انعقاد کے سلسلے میں کی تھی اس میں شامل لوگوں کو بعد میں ایک اسکیم کے ذریعہ مختلف جیلوں میں منتقل کر دیا گیا تاکہ کوئی گڑبڑ نہ ہو سکے۔ تقریباً ساڑھے چار ماہ کے بعد مجھے حیدرآباد سینٹرل جیل منتقل کر دیا گیا۔ اس تبادلے کا پس منظر یہ تھا کہ ذہنی طور پر ہم ماحول سے خود کو مانوس نہ کر سکیں اور ذہنی طور پر مفلوج ہو کر رہ جائیں۔ جہاں تک مجھ پر تشدد کا تعلق ہے وہ تمام تکالیف جو مجھے جیل کی چار دیواری میں مختلف طریقوں سے دی گئیں تشدد ہی کے زمرے میں آتی ہیں۔ انہیں برداشت کرنا ایک سیاسی کارکن کا کام ہے کیونکہ ہم جیل کی چار دیواری میں کسی چوری یا ڈاکہ میں نہیں گئے تھے بلکہ ہم جمہوریت کی بحالی اور شہری آزادیوں اور ملک کے تحفظ کے لئے جدوجہد کر رہے تھے۔ اسکے لئے ہمیں جیل تو کیا جان کا بھی نذرانہ دینا پڑے تو دریغ نہیں کریں گے

مجھے توقع نہیں کہ اگلے سال انتخابات ہونگے

سوال: جیل سے باہر آنے کے بعد ملک کی صورتحال پر تمہارا کیا تبصرہ ہے؟

جواب: جیل سے باہر آنے کے بعد مجھے کئی خدشات گھیرے ہوئے ہیں۔ میں برسر اقتدار جنرل صاحب کہ یہ گوش گذار کرنا چاہتا ہوں کہ نہ ہم ویت نامی ہیں اور نہ ہی یہاں کی فوج امریکن! خدانخواستہ اگر اس ملک کو کچھ ہو گیا تو ہمارا تمہارا نام و نشان بھی مٹ جائے گا اس لئے جتنی جلد ہو سکے اس ملک میں عام انتخابات منعقد کرا لئے جائیں اور اقتدار اعلیٰ عوامی نمائندوں کے سپرد کر دیا جائے۔ قطع نظر اس بات کہ مثبت نتائج برآمد ہوتے ہیں کہ نہیں! کیونکہ ہمارے ملک کی سرحدی پوزیشن بہت نازک ہے اور ہماری فوج کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ وہ ہمارے ملک کی جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کرے جنرل صاحب خود یہ کہہ رہے ہیں کہ روسی خیبر تک آگئے ہیں۔ اس ملک کا دفاع کیسے کیا جائے گا؟ محض اس خوف کا اظہار کرنے سے کچھ نہیں بنتا، بلکہ ہر بیرونی اور اندرونی خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے عوام کا اتحاد اور اعتماد ضروری ہے۔ موجودہ صورتحال میں فوج کو عوام کا اعتماد صرف انتخابات کرانے کی صورت میں ہی حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ ناقابل تردید حقیقت ہے۔ جنرل صاحب کو اس چیز کو سمجھنا چاہئے ورنہ اگر کسی بھی جانب سے یا پڑوسی ملک میں ناگزیر تبدیلیوں کی لپیٹ میں پاکستان آگیا تو اس کی تمام تر ذمہ داری فوج پر ہو گی۔ ویسے بھی مشرقی پاکستان کے سقوط کی صورت میں ہماری فوج پہلے ہی بہت بدنام ہو چکی ہے۔

سوال: کیا تمہیں امید ہے کہ اگلے سال انتخابات ہو جائیں گے؟

جواب: فی الوقت مجھے یہ امید نہیں ہے کیونکہ ابھی تک انتخابات کی حتمی تاریخ کا اعلان نہیں ہوا ہے حالانکہ کچھ قومی اتحاد کے صدر مفتی محمود نے کہا ہے کہ آئندہ سال انتخابات کا سال ہوگا لیکن وہ خود بھی کسی حتمی تاریخ کا اعلان کرنے سے قاصر رہے ہیں۔ نیز انتخابات کی تاریخ کا معاملہ جنرل ضیاء اور مفتی محمود کے درمیان ابھی تک زیر بحث ہے

سوال: جمعیت علمائے پاکستان کے صدر شاہ احمد نورانی نے سنی کانفرنس کیوں منعقد کی؟ کیا موجودہ حالات میں جب کہ صوبائی عصبیتیں عروج پر ہیں۔ سنی کانفرنس اسلام میں فرقہ واریت کو پھیلانے کا سبب نہیں ہے؟

جواب: جہاں تک سنی کانفرنس کے انعقاد کا تعلق ہے اس کا پس منظر ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ یہ ایک مذہبی کانفرنس تھی جس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں تھا، لیکن اگر سنی کانفرنس کے منتظمین پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آجائے گی کہ ان تمام افراد کا تعلق ملک کی سیاست سے ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ اس کانفرنس کا مذہبی مقصد نہیں تھا بلکہ یہ مذہب کی آڑ میں خالصتاً سیاسی طاقت کا مظاہرہ تھا۔ اور یہ مظاہرہ موجودہ حکومت کو بلیک میل کرنے اور جماعت اسلامی کو ڈرانے دھمکانے کے لئے کیا گیا تھا۔

یہاں میں آپ کو یہ بتاتا چلوں کہ سنہ ۱۹۷۰ء میں بھی ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک سنی کانفرنس ہوئی تھی اُس کا پس منظر بھی سیاسی تھا اور سنیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنا تھا۔ اور سنہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات

نورانی میاں ایک چالاک شخص ہے

میں جمعیت علمائے پاکستان انتخابی مہم میں جہاں ایک طرف جماعت اسلامی کے خلاف تھی وہیں اس نے مذہب کو ووٹ کے لئے ہر طرح سے استعمال کیا۔ سندھ کے شہروں میں ہمارا مقابلہ جماعت اسلامی کے نمائندوں سے تھا نہ کہ پی پی پی سے! اسطرح پوری انتخابی مہم میں جمیعت علمائے پاکستان نے جماعت اسلامی کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ اور کوشش اس بات کی کی کہ مذہب کے نام پر زیادہ سے زیادہ ووٹ حاصل کئے جائیں انتخابات کے بعد شاہ احمد نورانی نے بھٹو دشمنی کی بنیاد پر ۱۹۷۲ء میں یو ڈی ایف کی صورت میں اسی جماعت سے اتحاد کیا جسکے خلاف اس نے بدترین انتخابی مہم چلائی تھی اور اُس کو مسلمانوں کے خلاف یہودی سازش کا شاخسانہ قرار دیا تھا پھر اسی یو ڈی ایف کو ۱۹۷۵ء میں خدا حافظ کہا اور تحریک استقلال سے مل کر انتخابی اتحاد بنایا۔ اس دوران پھر مولانا نے جماعت اسلامی کو مطعون کیا۔ اور ۱۹۷۷ء میں پاکستان قومی اتحاد کی صورت میں دوبارہ اس سے گٹھ جوڑ کر لیا اور اب جماعت اسلامی سمیت حکومت کو بلیک میل کر رہی ہے۔

در اصل بات یہ ہے کہ شاہ احمد نورانی ایک چالاک شخص ہے جو اپنی غرض پورا کرنے کے لئے ہر اُس جماعت سے اتحاد کر سکتا ہے جس کے یہ خلاف رہا ہو۔ چنانچہ اس مولوی کی پوری تاریخ ابن الوقتی موقع پرستی اور مذہب کو سیاسی اغراض کے لئے استعمال کرنے کی تاریخ ہے

حقیقت میں ملتان سنی کانفرنس کے ذریعہ اسلام میں فرقہ واریت کو ہوا ملی ہے کل شیعہ حضرات بھی اپنی کانفرنس بلائیں گے تو پھر بات کہاں سے کہاں پہنچ جائے گی۔ وقت کا تقاضا صرف عام انتخابات میں جس ملک کی بقاء کا راز مضمر ہے۔

سوال :- ملک کی اقتصادی صورت حال کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

جواب :- ملک کی موجودہ اقتصادی صورت حال ماضی کی جمہوری حکومت کے دور سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ وہ لوگ جو ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش میں مصروف تھے کہ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو قیمتیں ۱۹۷۰ء کی سطح پر لے آئیں گے۔ آج وہی لوگ کسی نہ کسی طریقے سے برسر اقتدار ہیں لیکن قیمتیں ۱۹۸۰ء تک پہنچ گئی ہیں اور یہ عناصر مجرمانہ خاموشی اختیار کئے ہوئے ہیں جب کہ غریب آدمی کے لئے جینا مشکل ہو گیا ہے۔ مسائل جمع ہو رہے ہیں اور نوکر شاہی پھول کر ہاتھی ہو گئی ہے اور اس وقت وہ حکومت کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ صورت حال ان ہی حضرات کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے جو اس وقت فوجی حکومت کے ساتھ شامل ہیں

سوال :- کیا آپ پی پی پی کے کارکنوں کو کوئی پیغام دیں گے؟

جواب :- میرا پیغام پی پی پی کے تمام کارکنوں کو یہ ہے کہ وہ آپس میں اپنے اتحاد کو مضبوط بنائیں اور جمہوریت کی جدوجہد کرتے رہیں سندھ میں بسنے والے کارکنوں سے میری یہ اپیل ہے کہ وہ سندھی مہاجر اتحاد قائم کریں اور ان مفاد پرستوں سے ہوشیار رہیں جو ماضی میں ان کو آپس میں لڑاتے رہے آج پھر وہی سازش ہو رہی ہے۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ سندھ میں بسنے والے مہاجر اور سندھی اپنے اصلی دشمن کو پہچانیں گے اور متحد ہو کر اپنے حقوق کی جدوجہد کو آگے بڑھائیں گے۔

مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سندھ

کی قراردادیں

مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سندھ کے کارکنوں کا سالانہ اجلاس ایم ایس ایف کے مرکزی دفتر پر منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مختلف قراردادیں منظور کی گئیں جو اخبارات کی زینت تو نہ بن سکیں لیکن اب رازداں میں مکمل طور پیش کی جا رہی ہے۔

(۱) طلباء کے مطالبات پورے کئے جائیں اور اُن کے مسائل کو فوری طور پر حل کیا جائے فیسوں میں پچاس فی صد کمی کی جائے۔ تعلیم کے بعد روزگار کی ضمانت دی جائے۔ کتابوں کاپیوں اور دیگر تعلیمی اسباب میں ۵۰٪ فی صد کمی کی جائے پیپر ہائی وے پر چلنے والی بسوں میں طلباء کو ۵۰ فی صد رعایت دی جائے۔ ملک کے سرمایہ داروں اور جاگیرداروں پر دس فی صد تعلیمی ٹیکس لگایا جائے ملک کے تمام گرفتار شدہ طلباء مزدور اور سیاسی رہنماؤں کو رہا کیا جائے۔ سندھ کے تمام اعلیٰ تعلیمی اداروں کو فوری کھولا جائے اور متعلقہ تمام طلباء کو فوری رہا کیا جائے آزادی تحریر و تقریر کو بحال کیا جائے۔ پریس اینڈ پبلیکیشنز آرڈیننس کو منسوخ کیا جائے سیاسی مخالفت کی بناء پر منسوخ کئے جانے والے ڈیکلریشن بحال کئے جائیں، اخبارات و رسائل کو دیئے گئے نوٹس واپس لئے جائیں۔

حیدر آباد اور سندھ کے دیگر شہروں کی جن کو بارش اور سیلاب سے نقصان پہنچا ہے ان علاقے کے طلباء کو امتحانات میں رعایت دی جائے اور ان کے تعلیمی اخراجات حکومت ادا کرے حیدر آباد شہر میں سڑکوں کی مرمت کی جائے اور رکشاؤں کو اس بات کا پابند کیا جائے کہ وہ اپنے میٹر کے حساب سے چلیں۔ ایک علیحدہ قرارداد میں ایران کی حکومت کی جانب سے طالب علموں اور عوام کی قتل کی سخت مذمت کرتے ہوئے ایران کے عوام شہنشاہیت سے آزادی کی جدوجہد کی مکمل حمایت کی گئی اور امریکی سامراج اور اس کے گماشتہ دیگر ملکوں کو متنبہ کیا گیا کہ وہ ایران کے معاملات میں مداخلت سے باز رہیں

سرحد کے تمام کالجوں سے قدامت پسندوں کا جلوس نکل گیا

پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی زبردست کامیابیاں

صوبہ سرحد کے تمام کالجوں میں الیکشن ہو چکے ہیں۔ تمام تعلیمی ادارے جیئے بھٹو کے نعروں سے گونج اٹھے کیونکہ صوبہ بھر میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے تمام امیدوار بھاری اکثریت سے اپنے حریفوں سے جیت گئے جبکہ جماعت اسلامی کی بغل بچہ تنظیم اسلامی جمعیت طلباء پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن، مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن استقلال اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا اور ان کو کسی بھی کالج میں حتمی کامیابی نصیب نہیں ہوئی

اب تک جو نتائج موصول ہوئے ہیں۔ ان میں سے ۱۴ کالجوں میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے تمام اُمیدوار کامیاب ہوئے ہیں جبکہ باقی کالجوں میں ان کو جزوی کامیابی حاصل ہوئی پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے تمام کامیاب اُمیدواروں نے اپنی اس کامیابی کو چیئرمین بھٹو کی کامیابی کہا ہے۔ اور اس بات کا عہد کیا ہے۔ کہ وہ اپنے قائد چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کو تیار ہیں

صوبے بھر میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی کامیابی سے حکومت اور جماعت اسلامی کے مثبت نتائج حاصل کرنے کے خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے۔

پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کی کامیابی نے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ صوبہ سرحد کے طلباء اور عوام چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو کے شیدائی ہیں۔

صوبے بھر کے کالجوں کے نتائج یوں ہیں

۱۔ گورنمنٹ کالج پشاور میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو مکمل کامیابی نصیب ہوئی۔ جب کہ اسلامی جمعیت طلباء اور پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ کامیاب اُمیدوار، صدر غلام حسین نائب صدر کفایت اللہ۔ جنرل سیکرٹری فیاض جوائنٹ سیکرٹری نیاز احمد

۲۔ گورنمنٹ کالج چارسدہ میں بھی پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے پورے پینل کو کامیابی حاصل ہوئی صدر میر دل خان، نائب صدر نسیم اللہ خان، جنرل سیکرٹری صالح خان، جوائنٹ سیکرٹری محمد رسول شاہ

۳۔ گورنمنٹ ڈگری کالج مردان میں بھی پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا صدر ذین العابدین، نائب صدر خان نواز جنرل سیکرٹری محمد عارف جوائنٹ سیکرٹری فضل منان

۴۔ گورنمنٹ کالج مردان برائے خواتین میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا

۵۔ گورنمنٹ ڈگری کالج ہری پور ہزارہ میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا صدر جمشید خان ڈرانی نائب صدر (این ایس ایف) جنرل سیکرٹری طاہر تو یشی جوائنٹ سیکرٹری حق نواز

۶۔ گورنمنٹ کالج مانسہرہ میں پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا۔

۷۔ ایڈورڈز کالج پشاور میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا۔

۸۔ گورنمنٹ کالج حویلیاں میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کے اُمیدوار کامیاب ہوئے۔ صدر ایاز بٹ نائب صدر خان گل، جنرل سیکرٹری آفتاب خان جوائنٹ سیکرٹری عباس خان۔

۹۔ گورنمنٹ کالج خانپور ہزارہ پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو مکمل کامیابی نصیب ہوئی۔ صدر راجہ ذوالفقار علی جنرل سیکرٹری جین شاہ

۱۰۔ گورنمنٹ ڈگری کالج لکی مروت میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا۔ صدر شمائل خان، نائب صدر میر علی خان جنرل سیکرٹری محمد اللہ کالی، جوائنٹ سیکرٹری عبد الصمد۔

۱۱۔ گورنمنٹ کالج درگئی میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو مکمل کامیابی نصیب ہوئی صدر فرید اللہ، جنرل سیکرٹری شیر محمد، جوائنٹ سیکرٹری شاہ نواز (جب کہ نائب صدر پختون سٹوڈنٹس فیڈریشن کا)

۱۲۔ گورنمنٹ کالج خیر آباد میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کو مکمل کامیابی حاصل ہوئی۔ صدر ولی خان نائب صدر فضل محمود جنرل سیکرٹری بابر سعید، جوائنٹ سیکرٹری ہارون شاہ

۱۳۔ گورنمنٹ کالج بنوں میں پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن کا پورا پینل کامیاب ہوا۔ صدر اسرائیل خان جنرل سیکرٹری فرید اللہ خان جوائنٹ سیکرٹری عارف اللہ خان

۱۴۔ کمرشل کالج بنوں صدر محمد طارق اللہ خان جنرل سیکرٹری خیر اللہ خان (پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن)

۱۵۔ گورنمنٹ کالج صوابی صدر اور جنرل سیکرٹری پیپلز سٹوڈنٹس فیڈریشن۔ نائب صدر اور پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن

۱۶۔ گورنمنٹ کالج ٹھانہ صدر پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن باقی عہدہ دار اسلامی جمعیت طلباء کے کامیاب ہوئے

۱۷۔ نوشہرہ کالج صدر پختون اسٹوڈنٹس فیڈریشن جنرل سیکرٹری پیپلز اسٹوڈنٹس فیڈریشن جوائنٹ سیکرٹری اسلامی جمعیت طلباء

۱۸۔ گورنمنٹ کالج بھی میں کسی تنظیم کو مکمل کامیابی حاصل نہیں ہوئی

۱۹۔ گورنمنٹ کالج لنڈی کوتل میں مقامی تنظیمیں کامیاب ہوئیں۔

فاروق لغاری نے لغاری

بلخ شیر مزاری نے لندن

ضلع ڈیرہ غازیخان سیاسی اعتبار سے لغاری اور مزاری دو گروپوں کی آماجگاہ چلا آتا ہے یہ بات اپنی جگہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مزاری خاندان تقسیم ملک سے پہلے سیاسی میدان میں قومی یا علاقائی سطح پر کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا اس کے برعکس لغاری خاندان کو پاکستان سے پہلے خاص طور پر نواب سر محمد جمال خان اور نوابزادہ محمد خان لغاری جیسی دو شخصیتیں ملیں جنہوں نے ملک پاکستان اور ضلع ڈیرہ غازیخان کے لیئے بے شمار خدمات انجام دیں نوابزادہ محمد خان لغاری کے انتقال کے بعد اس خاندان کو سیاسی طور پر جو ناقابل نقصان ہوا اس کو کوئی اور لغاری پُر نہیں کر سکا یہ دور کچھ یوں بھی لغاری خاندان کے لئے بھاری ثابت ہوا کیونکہ میر بلخ شیر باز مزاری پوری آب و تاب کے ساتھ لغاری خاندان سے اپنی سابقہ شکستوں اور ناکامیوں کا انتقام لینے کے لئے میدان میں اتر آیا تھا اس کا انتقام لینے کے لئے میدان میں اتر آیا تھا۔ اس نازک وقت میں ڈیرہ غازیخان میں لغاری گروپ سے تعلق رکھنے والے ہر کس و ناکس کی نظریں۔ فاروق لغاری پر پڑتی تھی۔ جو اس وقت محکمہ صنعت میں ڈپٹی سیکرٹری کے عہدہ پر خدمات سرانجام دے رہے تھے اپنی پارٹی کے ہر تقاضے کو فاروق لغاری بالائے طاق رکھے ہوئے تھا مگر چیئرمین پاکستان پیپلز پارٹی جناب ذوالفقار علی بھٹو کی مردم شناس آنکھ نے اس بات کو بھانپ لیا کہ بلخ شیر مزاری کے اثر و رسوخ کے مدِمقابل فاروق لغاری ایک مخلص دوست کا کردار ادا کر سکتا ہے کیونکہ بلخ شیر مزاری کی سیاسی چال بازیوں سے بھٹو صاحب عاجز آچکے تھے۔ سو انھوں نے فاروق لغاری کو دعوت دی کہ ملازمت چھوڑ کر سیاست میں حصہ لیں۔

فاروق لغاری کی سیاسی میدان میں آمد لوگوں کو اس وقت عجیب سی معلوم ہوئی اکثر یہ کہنے سے بھی گریز نہیں کر رہے تھے کہ فاروق لغاری کا یہ اقدام ناپائیدار ہے مگر بعد کے حالات نے ثابت کر دیا کہ یہ بات لغاری خاندان کے [illegible] سنہری باب کے اضافے کا باعث بنی فاروق لغاری اپنے فیصلے پر بڑی ثا[illegible] پیپلز پارٹی کی وزارت سے لے کر ایک [illegible] تک سے وابستہ رہے اور جب کہ پیپلز پارٹی [illegible] ہے فاروق لغاری کو پیپلز پارٹی کی جنرل سیکرٹری شپ کی اہم ذمہ داریاں بھی سپرد کی گئیں اور انھیں اقتدار کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے۔ اس وقت مزاری گروپ پیپلز پارٹی سے بھرپور مفادات حاصل کرنے کے بعد راہِ فرار اختیار کر چکا ہے اور عافیت کے لیے بلخ شیر مزاری اپنے روایتی انداز سے عدن ملک

آج کل میانوالی میں گورنمنٹ ڈگری کالج کے طلبا اور پروفیسر صاحبان جماعت اسلامی کا نشانہ بنے ہوئے ہیں فرقہ مودودیہ سے اختلاف رکھنے والے پروفیسروں کو تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے اور پانچ پروفیسروں الطاف مہدی، اقبال حسین کاظمی، اسلم گنجری، شمیم احمد خان اور محمد ندیم صاحب پر جماعت اسلامی نے الزام لگایا ہے کہ ان لوگوں نے کالج میں عظیم تر بلوچستان کے نقشے تقسیم کئے ہیں اور اسلامی جمعیت طلباء جو جماعت اسلامی کی بغل بچہ تنظیم ہے ان میں سے سرکاری گواہ لئے جائیں گے پروفیسر حضرات روزانہ انکوائریاں بھگت رہے ہیں اور پریشان پھرتے ہیں دوسری طرف طلبا بھی تعلیمی نقصان کا شکار ہو رہے ہیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ امیر جماعت اسلامی میانوالی بشیر ممتاز خان کی درخواست پر پرنسپل صوفی گلزار کے خلاف بھی انکوائری ہو رہی ہے کہ پرنسپل کیوں پروفیسروں کے ساتھ سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لیتا ہے اور اس نے کالج فنڈز میں خرد برد کیا ہے

ایم آئی ڈیروی

خاندان کی روایت بدل ڈالی

پلان میں ناکام ہو گئے

سے باہر ہے ان کے بغل بچے نصر اللہ خان دریشک نے گزشتہ ماہ تحریک استقلال میں شمولیت کا اعلان کر کے مزاری گروپ کو ایک نیا رخ دیا ہے ان کے مطابق یہ فیصلہ بلخ شیر مزاری کے ایما پر ہوا ہے اور اگر یہ صحیح ہے تو مستقبل میں اس کے نتائج سامنے آجائیں گے کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے

اس جگہ یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ حکومت نے فاروق لغاری کو یوں ہی گرفتار کیا تو اس نوجوان کا غم کھانے والے ہزاروں افراد احتجاج بن کر میدان میں نکل آئے گرفتاریاں پیش ہو ئیں مظاہرے ہوئے فاروق لغاری کی رہائی کا مطالبہ ہوا اس تمام تحریک کی ذمہ داری مقصود احمد خان لغاری سابق ممبر پنجاب اسمبلی کے سپرد تھی۔ جس نے ضلع بھر کے کارکنوں کو بڑے نظم و ضبط کے ساتھ اپنے کنٹرول میں رکھا اور امن عامہ کی صورت قائم رکھتے ہوئے مظاہروں کو بھی جاری رکھا اس کے شانہ بشانہ منظور احمد خان کنڈ ایڈووکیٹ کو بھی دیکھا جاتا رہا جو اپنی حیثیت میں بہت غریب مگر حوصلوں کے اعتبار سے بلند حوصلہ پایا گیا۔

فاروق لغاری کے لئے پیش کی جانے والی گرفتاریاں اور مظاہروں کو روکنے کے لئے قومی اتحاد کے عطا محمد نے بھرپور کوشش کی مگر اس شخص کی کچھ پیش نہ آئی اس طرح عطا محمد نے اپنا یہ فرض بنا لیا تھا کہ وہ تحریک چلانے والوں کے راستے میں روکاوٹیں ڈالے مگر اس بے چارے کو میر صاحب کی خواری کے سوا کچھ نہ ملا۔ یہ بات کسی طرح مخفی نہیں کہ بلخ شیر مزاری نے قومی اتحاد میں شامل ہونے کے لئے بڑے سر پیر مارے یہ تو قومی اتحاد کی قیادت کا اٹل فیصلہ تھا کہ وہ بلخ شیر مزاری کے چکروں میں نہ آئی جس کے نتیجے میں مزاری گروپ کو قومی اتحاد میں شمولیت کا ٹکٹ حاصل نہ ہو سکا۔ بمجبوراً تحریکِ استقلال کا رخ کیا مگر کمال ہے سردار محمد اکبر بگٹی کا کہ مزاری گروپ کو تحریکِ استقلال میں شامل کرنے کے لئے ۔

> **اکبر بگٹی نے آڑے وقت میں تحریک استقلال کا ساتھ چھوڑ دیا**

ریٹائرڈ ایئر مارشل اصغر خان کے ساتھ جماعت کوٹ بہادر تک پہنچے اور اپنے آبائی گاؤں ڈیرہ بگٹی واپس پہنچ کر پارٹی کو داغِ مفارقت دے گئے اکبر بگٹی کے تحریک استقلال سے اس طرح چلے جانے کا مزاری گروپ کو بڑا نقصان پہنچا اس کی سیاسی وجوہ ہم بیان نہیں کر سکتے البتہ یہ ضرور کہیں گے کہ نصر اللہ خان دریشک نے بھرے اجلاس میں شمولیت کے وقت جس انداز میں اکبر بگٹی کی رفاقت کا ذکر کیا تھا اس سے ایک طرف اس دوستی کا بھرم کھل گیا اور دوسری طرف ضلع ڈیرہ غازی خان میں مزاری گروپ کے غبارے کی ہوا نکل گئی۔ نصر اللہ خان دریشک نے اپنے اعلان میں بلخ شیر مزاری کی اجازت اور مرضی کا ذکر بڑے انوکھے انداز میں کر کے لوگوں کو بڑے تذبذب میں ڈال دیا تھا اس کی باتوں سے ہم یہ ہی اندازہ کر سکے بلخ شیر مزاری کا یہ لندن پلان ہے اس کا نتائج یقیناً دور رس ہوں گے مگر اکبر بگٹی کے استعفیٰ کے بعد یہ بھرم بھی باقی نہ رہا۔ اور بلخ شیر مزاری کا لندن پلان ناکام نظر آنے لگا ہے۔

ہم آخر میں جناب جنرل ضیاء الحق سے محض یہ بات پوچھنا چاہیں گے کہ نصر اللہ خان دریشک نے پیپلز پارٹی کے دور میں صوبائی وزیر کی حیثیت سے جو لوٹ کھسوٹ کی ہے اس کا حساب کب ہوگا

اب سنیئے نصر اللہ خان کی حیثیت ڈیرہ غازی خان میں کوئی ڈھکی چھپی بات نہ تھی مگر اقتدار کے چند دنوں میں بے شمار ٹریکٹر ان گنت گاڑیاں فش فارم بڑے بڑے باغات بیرونِ اضلاع لاکھوں روپے کی کوٹھیاں کہاں سے پیدا ہو گئیں علاوہ ازیں پیپلز ورکس کونسل کے سرمائے کو اپنے علاقہ اور ذاتی مفادات کے لئے بے دریغ خرچ کیا گیا یہ وہ حقائق ہیں جس بارے میں اخبارات کے علاوہ وائٹ پیپر میں بھی بعض مجبوریوں کی بنا پر نشان دہی کی گئی ہے ہم آپ سے یہ مطالبہ کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اپنے تحفظ کے لئے خواہ کتنی ہی قلابازیاں کیوں نہ کھائے اس کا محاسبہ فوری طور پر ہونا چاہیئے ۔

ایچ اے پیرزادہ

سرگودھا

جو مقامی سیاستدانوں کی شکارگاہ ہے

ایک زمانہ تھا کہ جب سرگودھا ایک معمولی دیہات میں شمار ہوتا تھا وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اب اس کو مکمل شہر کی حیثیت حاصل ہو گئی ہے اس شہر کی سرزمین پر سب سے پہلے جس شخص نے قدم رکھا وہ ایک گودھا نامی ہندو فقیر تھا جو ایک تالاب کے کنارے آکر آباد ہوا چنانچہ بعد میں انگریزوں نے گودھے کو سر کا خطاب دے کر سرگودھا کر دیا اور اب یہ اسی نام سے منسوب کیا جاتا ہے یہ شہر پنجاب کا حسین شہر ہے اور شاہینوں کا شہر جس کی آبادی تقریباً ۲ لاکھ افراد پر مشتمل ہے۔ جس کا محل وقوع بڑا دلچسپ ہے ایک طرف شہری اور دیہاتی آبادی ہے اور دوسری طرف دیکھا جائے تو آپ کو حد نظر سرسبز باغات اور پہاڑ نظر آئیں گے یہ ایک زرخیز خطہ ہے یہاں پر ہر قسم کی سبزیاں گندم، چاول، کپاس، تمباکو وغیرہ باکثرت پیدا ہوتے ہیں یہاں کی ۷۵ فیصد آبادی کھیتی باڑی کرتی ہے اور مزدور پیشہ ہے جب کہ باقی ماندہ آبادی ملازم پیشہ ہے

دوسرے شہروں کی طرح اس شہر کے عوام بھی سالہا سال سے منتخب لیڈروں کی ستم ظریفی کا شکار رہے ہیں کیونکہ یہاں کے منتخب نمائندوں اور غیر منتخب نمائندوں کو ہر حکومت میں شامل ہونے کا شوق تو ہمیشہ سے رہا ہے مگر انھیں کبھی بھی عوام کے شہری یا ضلعی مسائل اسمبلی یا کانفرنسوں میں اٹھانے یا حل کرانے کی توفیق نہیں ہوئی۔

۱۹۷۰ء سے پہلے اس شہر میں چند جاگیرداروں کی حکمرانی تھی جن کی اجارہ داری شہر کے علاوہ ضلعی سطح پر بھی قائم رہی۔ لیکن ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات میں جب عوام نے اپنے نمائندے چنے تو اس شہر کی خوش قسمتی کہہ لیجئے یا بدنصیبی کہہ لیں کہ تقریباً تمام نمائندے وزیر بنے ہر وزیر کے پاس ایک مختلف محکمہ تھا لیکن ان موصوف وزراء نے بھی منتخب ہوتے ہی وہی طور طریقے اپنا لیے جو ان سے قبل ان کے پچھلوں نے اپنائے ہوئے تھے مجال ہے جو کوئی اس روز کے بعد سے اس شہر میں داخل ہوا ہو اور عوام کے مسائل سننے یا حل کروانے کی کوشش کی ہو ان وزراء میں سے ایک وزیر موصوف جن کا نام لینا میں تو کیا شہر سرگودھا کے تمام شہری توہین سمجھتے ہیں انہوں نے حکومت سے بہت سے محکمے وصول کئے جن میں تعمیرات صحت - تعلیم اور نہ جانے کون کون سے محکمے ان موصوف وزیر نے اپنے دامن میں سمیٹے مگر ان تمام محکموں سے فائدہ صرف موصوف نے اور ان کے بیٹوں نے حاصل کیا لیکن مجال ہے جو ان صاحب نے غریب عوام کو رتی بھر بھی فائدہ پہنچانے کی کوشش کی ہو یا ان کے مسائل اسمبلی میں پیش کرنے اور انھیں اسمبلی سے منظور کرانے کی کوشش کی ہو آخر وہ ایسا کیوں کرتے کیونکہ غریب عوام کے شہری مسائل حل کروانا تو ان کی توہین میں شمار ہوتا مختصر یہ کہ ہر محکمے سے ان صاحب نے غریب عوام کی دولت کو دونوں ہاتھوں سے اسقدر لوٹا اور اس دولت کے نشہ میں رہتے تھے کہ پہچانے تک نہ جاتے تھے کہ آیا یہ وہی جہانگیر علی آرائیں صاحب ہیں جنہیں غریب عوام نے اپنے قیمتی ووٹوں سے منتخب کرکے اسمبلی میں بھیجا تھا اب یہ موصوف اپنے کردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں یعنی اس مقام پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے ان کی وکالت کی زندگی کا آغاز ہوا تھا چنانچہ اب وہ ہی ان کا چیمبر ہوتا ہے اور وہ خود ہوتے ہیں ان کے علاوہ آپ ان کے چیمبر میں کسی اور آدمی کو دیکھ نہ پائیں گے - بس یوں سمجھئے کہ موصوف وکیل کم اور منشی زیادہ معلوم ہوتے ہیں -

غرض یہ کہ تمام سیاست دان اس شہر کو اپنی شکارگاہ سمجھتے ہیں اور صرف الیکشن کے دوران یہ سیاست دان برساتی مینڈکوں کی طرح نمودار ہوتے ہیں اور غریب عوام کو طرح طرح کے سبز باغ دکھا کر انھیں اپنی طرف رجوع کرنے کی کوشش اس طرح کرتے ہیں کہ ان کے علاوہ اور کوئی بھی اس شہر میں غریب عوام کا رفیق نہیں لیکن جب منتخب ہو جاتے ہیں تو اپنے آبائی شہر یا گاؤں میں آنے کا نام تک نہیں لیتے اور اسمبلی میں گونگے بہرے بنے رہتے ہیں اور ضلعی یا شہری مسائل پر بات کرنا اپنی توہین سمجھتے ہیں

موجودہ عبوری دور ہی کو لے لیجئے یہ دور بھی آپ کو پچھلے دور سے کم نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ اس حکومت کو قائم ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال کا عرصہ ہونے کو ہے اسی دوران سول حکومت کا قیام بھی عمل میں آیا جس کے نتیجہ میں بائیس کے قریب "ٹیسٹ ٹیوب" وزراء کی پیدائش عمل میں آئی- مگر ان وزراء نے پیدائش سے لے کر جوانی تک کے ایام اسلام آباد میں ہی گذارے اور گذار رہے ہیں اور انشاء اللہ یوں ہی گذر جائیں گے لیکن عوام اور ملکی مسائل کی طرف کوئی توجہ نہیں دیں گے وہ اس لیے کہ ان لوگوں کو تو جنم کے وقت ہی پیپلز پارٹی دشمنی جنم گھٹی میں دی گئی تھی کہ صرف پیپلز پارٹی مخالفت کی طرف تمام تر توجہ مرکوز رکھنی ہے کسی اور طرف نہیں یہ ہی وجہ ہے کہ تمام وزراء اسی گھٹی پر عمل پیرا ہیں آخر کب تک بکرے کی ماں خیر منائے گی -

بہرحال ان وزراء نے بھی ملکی شہری اور عوام کے مسائل پر نہ تو اب تک توجہ دی ہے اور نہ دینے

باقی صفحہ ۵۰ پر

کالے دھندوں کالے کاروباروں اور عصمت فروشی

میں مہنگائی کی طرح اضافہ ہو رہا ہے

اسلام پسند سیاسی جماعتیں اکثر و بیشتر یہ دعویٰ کرتی رہتی ہیں کہ حیدر آباد شہر ان کا ایسا گڑھ ہے، جہاں پر فقط اور فقط ان کا حکم چلتا ہے قطع نظر اس کے کہ اس دعویٰ میں کہاں تک صداقت ہے دیکھنا یہ ہے کہ ۵ جولائی ۱۹۷۷ء کے بعد ان تمام اسلام پسند جماعتوں کے منشا پر بالا تران کی اپنی غیر منتخب حکومت کے وجود میں آنے کے بعد حیدر آباد کے کون کون سے مسائل حل کئے گئے ہیں۔ اور حیدر آباد کے سادہ لوح عوام جن کے مذہبی اور لسانی جذبات کو استعمال دیکر اپنا الو سیدھا کرتے رہتے ہیں ان کے مصائب کو کتنا کم کیا گیا ہے؟

اسلام کی داعی ان جماعتوں کے نفاذ "نظام مصطفیٰ"، یا "نفاذ اسلامی نظام" کے نعرے پر بجا طور پر حیدر آباد کے غریب، پسماندہ سادہ اور مذہب پرست عوام نے جان و مال کی قربانی دی ہے تکرار اس بات پر نہیں ہے کہ عوام کی یہ قربانیاں ان مفاد پرست ملاؤں اور سامراجی گماشتوں کی ہوس اقتدار کی بھینٹ چڑھ کر ضائع ہو گئیں بیکن عوام کے جذبے اور جدوجہد سے تو انکار نہیں کیا جا سکتا۔

اس وقت حیدر آباد کے عوام جن کے شعور پر کسی طور پر بھی شبہ نہیں کیا جا سکتا ان سامراجی گماشتوں اور مفاد پرستوں کے گفتار اور کردار کو اچھی طرح پرکھ رہے ہیں اور "آج اور کل" میں فرق اور تضاد محسوس کر رہے ہیں۔ حیدر آباد کے عوام یہ بھی تجزیہ کر رہے ہیں کہ اسلام کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں نے معاشی اور دینی مسائل حل کرنے کے بجائے مزید الجھا دیئے ہیں۔ اور تو اور حیدر آباد میں کئی سماجی برائیاں وسیع پیمانے پر فروغ پا رہی ہیں۔ نفاذ نظام مصطفیٰ اور نفاذ نظام اسلامی کے داعی نام نہاد اسلامی جماعتوں کے اس خود ساختہ گڑھ کے بازار حسن میں اس قدر وسیع پیمانے میں گناہ کا کاروبار چل رہا ہے جو بیروت کے چکلوں کو بھی شاید مات دے گیا ہے؟
اس کے علاوہ شہر کے کئی ایک مقامات پر پرائیوٹ اڈے چل رہے ہیں۔ جن کی سرپرستی ظاہر ہے کہ اقتدار اور اختیار میں بدمست وہ با اثر لوگ کر رہے ہیں جن کا نام سننے کے بعد ہو سکتا ہے کہ حیدر آباد کے اسلام پسند ان نام نہاد رہنماؤں کے وضو ٹوٹ جائیں۔

علاوہ ازیں منشیات کے غیر قانونی کاروبار نے اب تو خوب ترقی کر لی ہے۔ شہر بھر میں تقریباً دس سے بیس ایسے اڈے ہیں جو بدنام عام ہیں۔ اور وہاں پر کچی شراب، چرس۔ افیون مینڈرکس راکیٹ، ہار ڈیا کھلے عام فروخت ہوتی ہیں اور کئی مقامات پر قمار خانے کھلے ہوئے ہیں کہنے کی بات فقط یہ ہے کہ یہ تمام سماجی برائیاں حیدر آباد کے ان نام نہاد اسلام کے ٹھیکیداروں کی آنکھوں سے اوجھل ہیں لوگ تو یہ بھی کہتے ہیں کہ ان اسلام پسندوں کو باقاعدہ بھتہ ملتا ہے بہر حال اس سلسلے میں ہم سنی سنائی باتوں پر اعتبار نہیں کرتے لیکن اس بات پر سو فی صد یقین ہے کہ جماعت اسلامی کے مولانا شوکت ہوں یا جمعیت العلماء پاکستان کے احمد یوسف، مسلم لیگ کے نواب یامین ہوں یا کوئی اور اسلام پسند صاحب بہر حال ان تمام صاحبان کو حیدر آباد میں ان تمام سماجی برائیوں کا مکمل تفصیلی علم ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ یہ بھی پتہ ہو کہ حیدر آباد میں چلنے والی سوزوکیاں مِنی ٹیکسیاں، رکشائیں جو حیدر آباد میں سفر کرنے والوں سے اپنی مرضی اور منشا کے کرائے دیدہ دلیری سے وصول کرتے ہیں وہ اپنی اس دیدہ دلیری کے حفاظت کے عوض ٹریفک پولیس کو ہفتہ وار اور ماہانہ کتنی رقم دیتے ہیں جو ایک محتاط اندازے کے مطابق کسی طور پر بھی دو سے تین لاکھ روپیہ ماہانہ سے کم نہیں ظاہر ہے کہ رقم یہ حیدر آباد کے عوام کے ہی خون پسینہ کی کمائی ہے ان تمام سماجی برائیوں کو حیدر آباد کے لوگ مد نظر رکھتے ہوئے کھلے عام کہتے رہتے ہیں کہ جناب! اگر حیدر آباد کے کسی بھی ایک رکشا کا بھی میٹر درست کرکے دکھا دیا جائے تو کم از کم ثبوت کے طور پر مانا جا سکے گا کہ چلو ملکی امور بھی درست کرنے کی کوششیں کی جا رہی ہیں۔

سرکاری ادبی سیمینار میں کوئی باضمیر اور محبِ وطن ادیب شرکت نہیں کریگا

ممتاز دانشور اور سینٹ کے سابق رکن جناب فخر زمان نے کہا ہے کہ جنوری میں جس ادبی سیمینار کی نوید دی گئی ہے اس میں کوئی صاحب فکر باضمیر اور وطن پرست ادیب حصہ نہیں لے گا اور پاکستان کے نوجوان ترقی پسند ادیب شاعر اور دانشور ثابت کریں گے کہ چند عمر رسیدہ ادیبوں کی منافقت اور موقعہ پرستی پورے ملک کے اہل قلم کے ضمیر کا سودا نہیں کر سکتی آج یہاں ایک بیان میں انھوں نے کہا کہ آج جب کہ پوری دنیا کے ادیب اور شاعر سامراج اور اس کے گماشتوں کی چیرہ دستیوں پر ضربِ کاری لگا رہے ہیں، وہاں پاکستان کے چند طالع آزما لکھاری قرونِ وسطیٰ کے سماجی اور سیاسی نظام کی ترویج میں ہاتھ بٹانے کی کوششوں میں لگے ہوئے ہیں۔ جناب فخر زمان نے کہا کہ ہمارے چاروں صوبوں کے کلاسیکی شعراء نے جدوجہد کی جو روایت قائم کی ہے اور جس کی دھڑکن شاہ حسین سے پہلے شاہ رحمٰن بابا سے خوشحال خٹک توکل سے جام درک اور شہباز قلندر سے بھٹ شاہ تک کے کلام میں پائی جاتی ہے اس سے دغا کرنے کی اجازت نہ کل کسی کو ملی اور نہ آج ملے گی والٹیر، روسو، ٹالسٹائی، ماؤزے تنگ، ہوچی منہہ، پابلو نرودا اور پیوٹی کے کارہائے نمایاں ہی دور جدید کے ادیبوں شاعروں کی سوچ کو ایک نیا آہنگ دے رہے ہیں پاکستان میں بھی یہ آہنگ خیبر سے کیماڑی تک رواں دواں ہے اور اسی سے پاکستان کا مستقبل عبارت ہے۔

انہوں نے کہا کہ اخبارات کی اطلاع کے مطابق جنرل ضیاء نے ملک بھر سے گیارہ ادیبوں اور دانشوروں کو اکادمی آف لیٹرز کے تاسیسی ارکان کے طور پر نامزد کیا ہے اور انہیں اکادمی کا مخصوص تمغہ عطا کرنے کا وعدہ کیا ہے جنرل ضیاء نے اکادمی کا سرپرست بننا بھی قبول کیا ہے ادیبوں کے لئے اس قسم کی سرکاری سرپرستی میں چلنے والی انجمنوں کی بنیاد ایوب خان کے زمانے رائٹرز گلڈ کی شکل میں رکھی گئی تھی اور تب سے اب تک ہمارے نام نہاد چند ادیب اور شاعر ہر دور میں حکومتِ وقت کی سرپرستی کر کے مفادات حاصل کرتے چلے آ رہے ہیں ادیبوں دانشوروں کی موجودہ ایلیون کی اکثریت عمر کے لحاظ سے ساٹھ سال کے پیٹے میں آتی ہے غالباً حکومت کو یقین ہے کہ عمر کے ساٹھ سال لکھنے والے اپنے اصولوں کو فراموش کر دیتے ہیں اور اپنے لکھے پر قلم پھیر کر حکومت کے طفیلی بن سکتے ہیں جناب فخر زمان نے کہا کہ مجھے اس "ایلیون" میں دو ممتاز ادیبوں احمد ندیم قاسمی اور شریف کنجاہی کے بارے میں یقین نہیں آ رہا کہ ان کی نامزدگی ان کی پیشگی منظوری سے لی گئی ہے ان دو بزرگ ادیبوں نے اردو اور پنجابی ادب کے لئے گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان کی تحریروں میں رجعت پسند اور فسطائی طاقتوں کے خلاف مزاحمت کا کھلا عزم پایا جاتا ہے۔ میں اور مجھ جیسے تمام ادیب ان دو قابل تعظیم حضرات سے یہ توقع کرنے میں حق بجانب ہیں کہ وہ اکادمی آف لیٹرز جیسے حکومتی ادارے کی نامزدگی قبول نہ کریں اور ادب کو گروی رکھنے اور ادیب کو رجعت پسند طاقتوں ایجنٹ بنانے کوششوں کو ناکام بنائیں اس عمر میں سمجھوتہ ان کی خیال انگیز تحریروں کی اہمیت کو ختم بھی کر سکتا ہے اور ان کا لکھا پڑھا یا دریا برد ہو سکتا ہے۔ اس ایلیون کے باقی نو کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ ایسے اہل قلم ہیں جو ہمیشہ ذاتی مفادات کے پیچھے بھاگتے رہے ہیں اور ان کے نزدیک اکادمی آف لیٹرز کی رکنیت کی خلعت ایک بڑی بات ہے کہ درباری سرکاری ادیبوں کا ہمیشہ یہی وطیرہ رہا ہے۔

منڈی بہاؤالدین کے شب و روز

میاں شریف زاہد

پاکستان پیپلز پارٹی کے گیارھویں یوم تاسیس کے موقع پر پیپلز پارٹی منڈی بہاؤالدین کا ایک خاص اجلاس اس کے صدر سید نذیر حسین شاہ بخاری کی صدارت میں ان کی رہائش پر ہوا جس میں پارٹی کارکنوں نے شرکت کی اجلاس سے مقامی رہنما ملک محمد حنیف اور مولوی عطا محمد عرف کتب نے خطاب کیا اجلاس میں قراردادوں کے ذریعے مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کے انعقاد کے لئے تاریخ کا تعین کیا جائے غیر آئینی ترامیم واپس لی جائیں نیا چیف الیکشن کمشنر مقرر کیا جائے نیز ملک سے مارشل لاء ہٹایا جائے ڈاکٹروں کی رپورٹ کے پیش نظر جیل میں بھٹو کو فوری طور پر ہسپتال منتقل کیا جائے اور ان کا علاج کرایا جائے تمام سیاسی قیدیوں کو غیر مشروط طور پر رہا کیا جائے جو سیاسی کارکن قید اور کوڑوں کی سزائیں بھگت چکے ہیں انہیں معاوضہ دیا جائے فوجی عدالتیں اور احتساب کے لئے قائم کئے گئے ٹریبونل ختم کئے جائیں۔

یوم حسن ناصر شہید کے سلسلہ میں شاہ تاج شوگر ملز کی سماجی اے لیبر اینڈ سٹاف یونین کے دفتر میں اس کے صدر چوہدری احسان اللہ کی صدارت میں ایک خاص اجلاس ہوا جس میں تحصیل پھالیہ کی طلباء کسان مزدور صحافی وکلاء اور دیگر ترقی پسند تنظیموں نے شرکت کی اجلاس سے انجمن کاشتکاران پنجاب

باقی صفحہ ۵۰ پر

ملتان جیل سے ایک خط

نیو سنٹرل جیل ملتان
۳۰ نومبر ۱۹۷۸ء

مکرمی و محترم چیف ایڈیٹر صاحب؟

السلام علیکم۔ مزاج شریف

۹ نومبر ور "راز داں" کا شمارہ محترم فاروق احمد لغاری اور ڈاکٹر غلام حسین نے بندہ کو دیا اور کہا کہ قسور مرزا تم اخباری نمائندے بھی ہو۔ تمہارے نزدیک P.I.V کا نام شائع کرنا زرد صحافت ہے یا نہیں؟

میں نے اپنی ناقص عقل کے مطابق انہیں جواب دیا۔ ان دونوں کرم فرماؤں نے فرمایا کہ میں یہ جواب من وعن آپ کی خدمت میں تحریر کروں

"جناب والا! بعض "رجعت پسندوں" "نظریہ پاکستان کے تیل بگارڈ" "پہلوانوں" اپنی ذاتی خواہشات کی تکمیل کی خاطر "ملک اور قوم کے وسیع تر مفاد میں" جیسا گھسا پٹا فقرہ بے دریغ استعمال کرنے والوں کے نزدیک ہفت روزہ "راز داں" میں شائع ہونے والے مضامین اور دیگر تمام مواد زرد صحافت کے زمرے میں آتا ہے کیا کہ آپ قارئین کرام سے یہ معلوم کریں کہ نام نہاد اور خود ساختہ وی آئی پی (VIP) کا نام شائع کرنا زرد صحافت ہے یا نہیں؟ بد قسمتی سے ہمارا پالا ایسے چکنے گھڑوں سے پڑا ہے جو شائستہ اور معیاری تنقید سننے یا پڑھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے کیونکہ ان عناصر نے "ضمیر فروشوں کا بنک" میں اپنے ضمیر ٹیکس ڈپارٹمنٹ میں جمع کرا دیئے ہیں"

آپ کا مخلص!
قسور سعید مرزا
نظر بند تین ماہ، نیو سنٹرل جیل ملتان بیرک نمبر ۱۳

پیپلز پارٹی جوہر آباد کی قائم مقام قیادت

رپورٹ۔ عبید اللہ طاہر

پیپلز پارٹی پنجاب کے قائمقام صدر محمد اسلم گورداسپوری نے پیپلز پارٹی جوہر آباد کے ممتاز قانون دان اور سیاسی راہنما ملک حاکم خان اعوان کو قائمقام ضلعی صدر اور ہفت روزہ دعوت عمل کے سرگودھا کے ایڈیٹر بشیر احمد ملک کو قائمقام ضلعی سیکرٹری جنرل نامزد کیا ہے یاد رہے ضلعی صدر ملک نسیم احمد آہیر ایڈووکیٹ اور ضلعی جنرل سیکرٹری میاں جمیل احمد ایڈووکیٹ کو دختر پاکستان آنسہ بے نظیر بھٹو کے دورہ سرگودھا کے بعد گرفتار کر کے ایک ایک سال قید بامشقت سنا کر ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا سے میانوالی جیل میں منتقل کر دیا ہے میاں جمیل اختر ایڈووکیٹ نے سنٹرل جیل میانوالی سے ایک پیغام میں بتایا ہے کہ ان سے جیل میں باقاعدہ مشقت لی جا رہی ہے کھانا عام قیدیوں کا سا دیا جا رہا ہے انہوں نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے ساتھ چیئرمین بھٹو کی رہائی کیلئے خود سوزی کرنیوالے گوجرانوالہ پیپلز پارٹی کے ممتاز رہنما راشد ناگی، سابق ایم این اے مہر خدا داد لک، اور محمد اسماعیل شامل ہیں

لاہور ہائی کورٹ کے مسٹر جسٹس ذکی الدین پال نے سابق وزیر اطلاعات پنجاب چوہدری ممتاز احمد کاہلوں کی تحفظ امن عامہ کے تحت نظر بندی کے خلاف دائر کردہ رٹ درخواست کی سماعت ایک ہفتے کے لئے ملتوی کر دی ہے ممتاز احمد کاہلوں کو ۵ اکتوبر کو ملتان ائیر پورٹ سے گرفتار کیا گیا تھا۔ بعد ازاں انہیں ڈسٹرکٹ جیل سرگودھا منتقل کر دیا گیا

نیشنلسٹ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا ایک اجلاس گورنمنٹ کالج آف ٹیکنالوجی۔ سرگودھا میں منعقد ہوا جس کی صدارت محمد حفیظ نے کی، اجلاس میں جنرل سیکرٹری ریاض احمد خلیل نے متعدد قرار دادیں پیش کیں اجلاس میں یہ بھی مطالبہ کیا گیا کہ ملک میں جلد از جلد منصفانہ اور غیر جانبدارانہ انتخابات کرائے جائیں اور عوام کے منتخب نمائندوں کو اقتدار سونپ کر افواج پاکستان واپس بیرکوں میں چلی جائیں۔ پیپلز پارٹی کی حمایت کرنیوالے اخبارات پر سنسر شپ ختم کیا جائے آخر میں مطالبہ کیا گیا کہ نیشنلسٹ اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کے ممتاز رہنما محمد یار خاور کے خلاف دائر کردہ مقدمہ واپس لیا جائے جو کہ مقامی جاگیرداروں نے پولیس سے مل کر قائم کر رکھا ہے

بھارت کے مسلمان

جنتا پارٹی سے مایوس ہو گئے ہیں

بھارت میں آجکل سیاسی سطح پر نسبتاً خاموشی ہے۔ صرف اس وقت علی گڑھ میں ہندو مسلم فسادات کی بازگشت ہے تاحال علی گڑھ میں صورت حال معمول پر نہیں آئی ہے۔ اور مسلمانوں میں مسلسل خوف و ہراس پایا جاتا ہے دراصل علی گڑھ کے مسلم کش فسادات سے ایک بار پھر جنتا پارٹی کی مسلم دوستی اور بھائی چارے کی قلعی کھل گئی ہے۔ اور خود بھارت کے مسلمانوں نے یہ محسوس کر لیا ہے کہ انہوں نے لوک سبھا کے انتخابات میں جنتا پارٹی کی حمایت کر کے سخت غلطی کی ہے۔ جامع مسجد کے امام بخاری اب جنتا پارٹی سے اپنے تمام ناطے اور رابطے توڑ چکے ہیں جب کہ بھارت کی جماعت اسلامی بھی جس نے حال ہی میں راشٹریہ سیوک سنگھ سے بڑی پینگیں بڑھائی تھیں، ناراض ہو گئی ہے۔ بھارت کی سابق وزیر اعظم نے علی گڑھ میں ہونے والے ہندو مسلم فسادات کے ضمن میں، لندن اور وہاں سے بھارت واپس آنے کے بعد یہ تبصرہ کیا ہے کہ بھارت کے مسلمانوں کا حقیقی تحفظ صرف کانگریس کے ساتھ رہنے سے وابستہ ہے اور یہ بات کسی حد تک صحیح بھی ہے۔ کیونکہ جنتا پارٹی کے صرف مختصر سے دور میں مسلمانوں اور اچھوتوں پر بے پناہ ظلم توڑے جا رہے ہیں

ادھر بھارت کے مسلمانوں نے اب یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ آئندہ وہ جنتا پارٹی سمیت کسی ایسی جماعت کی کبھی بھی حمایت نہیں کریں گے جس کے ساتھ ہندو مذہب پرست جماعتیں ہوں گی۔ ہر چند کہ انھوں نے اس ضمن میں یہ نہیں کہا ہے کہ وہ کانگریس کی حمایت کریں گے لیکن حالات جس سمت میں جا رہے ہیں، اس سے یہ اندازہ لگانا زیادہ مشکل نہیں ہے کہ بھارت کے مسلمان ایک اکثریتی اقلیت کی حیثیت سے کانگریس کا ساتھ دیں گے۔ ویسے بھی کانگریس سے بھارت کے مسلمانوں کی وابستگی بہت طویل اور گہری ہے۔

آج کل بھارت اپنے دفاعی محاذ پر خصوصیت کے ساتھ توجہ دے رہا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ خلیج میں ایران لوٹ رہا ہے اور ایران کے

> بھارت ان دنوں دفاعی سامان کی خریداری پر خاص توجہ دے رہا ہے

ٹوٹنے کی صورت میں یا پھر وہاں جمہوری قوتوں کے اقتدار میں آجانے کے بعد طاقت کے توازن میں تبدیلی آئے گی۔ بھارت طاقت کے اس توازن کو پورا کرنے کا خواب دیکھ رہا ہے۔ اس نے حال ہی میں فرانس اور برطانیہ سے جدید ترین لڑاکا طیارے خریدے ہیں اور ان دونوں ملکوں کے اشتراک سے جدید آبدوزیں بھی بنائی جائیں گی بھارت کی دفاعی تیاریاں حالات اور واقعات کے تسلسل کی روشنی میں ایک منطقی قدم ہے۔ ہو سکتا ہے کہ بعض پڑوسی ممالک اس سلسلے میں اپنے غم و غصہ کا اظہار کریں، لیکن ایک جمہوری ملک کو ایسے اقدامات اس لئے بھی کرنے پڑتے ہیں کہ آجکل بھارت کے دو پڑوسی ملکوں یعنی پاکستان اور افغانستان میں جمہوریت نہیں جب کہ ایران میں بادشاہت کا خاتمہ یقینی نظر آ رہا ہے ان حالات میں بھارت اور جنوبی ایشیا کا وہ واحد ملک ہے جو نہ صرف جمہوری ہے بلکہ جہاں جمہوریت کو عام انتخابات میں اندرا گاندھی کی شکست اور حال ہی میں ان کی کامیابی کی صورت میں ایک شاندار کامیابی بھی حاصل ہوئی ہے

بہر حال بھارت کے دفاعی اخراجات اتنے زیادہ نہیں ہیں کہ اس پر کسی قسم کی تشویش کا اظہار کیا جائے۔ تاہم یہ بات لکھنا ضروری ہے کہ دفاعی اخراجات کے بڑھ جانے سے بھارت کے داخلی مسائل بھی بڑھ جائیں گے۔ اس لئے جنتا پارٹی خود اس ضمن میں بڑے محتاط رویہ کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ کیونکہ بھارت کے طول و عرض سے بے روزگاری اور مفلسی کو ختم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ ہتھیاروں پر زیادہ خرچ کرنے کے بجائے انسانوں کی فلاح و بہبود پر زیادہ رقم خرچ کی جانی چاہیے۔ اور اگر کسی بھی وقت بھارت میں اس بنیادی حقیقت سے روگردانی کی گئی تو بھارت بھی ایک دن انقلاب کے دہانے پر کھڑا ہوگا اور ایشیا کی سب بڑی جمہوریت انتشار کا شکار ہو جائے گی۔

جماعت اسلامی نے

اطاعت الٰہی کے تصور کو

اطاعت جماعت سے بدل دیا ہے

مولانا مودودی کو ان کے نائبین نے آج ایک بے بس قیدی بنا دیا ہے

پاکستان میں جماعت اسلامی جنرل ضیاء الحق کی فوجی حکومت میں شریک اقتدار ہو گئی ہے اور اس طرح وہ عظیم اسلامی تحریک جسے لاکھوں بے لوث افراد نے اپنی زبردست قربانیوں کے ذریعہ پروان چڑھایا تھا ان چند جاہ پسند افراد کے ٹولے کی بھینٹ چڑھ گئی ہے جن کے ڈانڈے سعودی عرب کی قبائلی حکومت سے ملے ہوئے ہیں۔

اسلامی نظام کے متعلق مولانا مودودی نے جو تصور مسلمانوں کی مرضی اور منشا کے حوالے سے تراشنا چاہا تھا بدترین قسم کی موقع پرستی پر قربان کر دیا گیا ہے مولانا مودودی جن کے بارے میں خود جماعت اسلامی کے حلقے یہ کہتے نہیں تھکتے کہ انہوں نے کچھ بھی نہ ہوتے ہوئے اسلامی تحریک کی داغ بیل ڈالی' اور داعی تحریک اسلامی بن بیٹھے آج اپنے نائبین کے ہاتھوں میں ایک بے بس قیدی بنے ہوئے ہیں وہ نہ تو سفر کر سکتے ہیں نہ ایک منٹ سے زیادہ اپنے پیروں پر چل سکتے ہیں۔ ان کے نائبین انہیں حالات کی صرف ایک رخی تصویر دکھایا کرتے ہیں حقیقت تو یہ ہے کہ ان دنوں ان کے نام سے ہر قسم کے بیانات جاری کئے جاتے ہیں اور بے چارے مولانا مودودی کو ان کی ہوا بھی نہیں لگنے دی جاتی اس تمام داستان کی تفصیلات نہایت دلدوز اور ناگوار ہیں مولانا مودودی نے تو جماعت اسلامی والوں کو یہ سبق سکھایا تھا کہ کسی بھی شخص کو پارٹی میں عہدے حاصل کرنے کی ہوس نہیں رکھنی چاہیئے نہ جدوجہد کرنی چاہیئے۔ کہا جاتا ہے کہ جماعت اسلامی میں عہدوں کے لئے ووٹ مانگنا بھی حرام ہے۔ لیکن دوسری طرف میاں طفیل ہیں جنہوں نے وزارتوں کی بھیک مانگنے کے لئے بار بار جنرل ضیاء سے ملاقاتیں کیں۔ پتہ نہیں مولانا مودودی میاں طفیل کے اس طریقہ کار کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہوں گے۔ بہر حال میاں طفیل کی ان ہی کوششوں کی بنا پر خورشید احمد صاحب انگلستان سے

> جماعت کے رہنماؤں نے
> اقتدار پرستی کی بنا پر
> اپنے ہر اصول اور نظریئے
> کو قربان کر دیا ہے

پاکستان وارد ہوئے اور جماعت اسلامی کے میاں طفیل جنرل ضیاء کو یہ باور کراتے رہے کہ جماعت اسلامی تو مسلم لیگ سے بھی زیادہ بہتر کارنامے انجام دے سکتی ہے

جماعت اسلامی میں کوئی اپنے امیر یا مولانا مودودی سے یہ پوچھنے والا نہیں (یاد رہے کہ جماعت اسلامی میں امیر کا احتساب بھی ناپسندیدہ فعل سمجھا جاتا ہے)، کہ آخر چودھری رحمت الٰہی جیسا غیر منتخب شخص ایک طویل عرصے سے کیوں کر اس جماعت کا سیکرٹری جنرل بنا بیٹھا ہے یہ شخص بہت ہی معمولی ذہانت کا آدمی ہے اور حد یہ ہے کہ اسے عوام میں تو کیا اس علاقے کے لوگوں کی حمایت بھی حاصل نہیں جہاں یہ رہتا ہے ایک عیار بیورو کریٹ کی طرح اس شخص نے بھی جماعت اسلامی میں اپنی پوزیشن کو مستحکم رکھنے کے لئے بہت جوڑ توڑ سے کام لیا ہے۔ اس شخص کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس نے خورشید احمد سے بڑی گہری دوستی پیدا کر لی ہے۔ ان دونوں کے درمیان ان دنوں جب خورشید احمد برطانیہ میں مقیم تھے روزانہ ٹیلی فون پر طویل باتیں ہوتی تھیں جس کی بدولت جماعت اسلامی کو لاکھوں روپے

کا نقصان برداشت کرنا پڑا ہے - جماعت اسلامی ایک ایسی جماعت ہے جس میں تمام اختیارات چند ایسے افراد کے ہاتھوں میں مرکوز ہیں جن سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے - اسی بنا پر ان دونوں کی دوستوں کو یہ بخوبی موقع ملا ہے کہ انہوں نے پارٹی کے اہم عہدوں پر اپنے اعتماد کے لوگوں کو لا بٹھایا ہے اس سلسلے میں جماعت اسلامی کا یہ زریں اصول ان لوگوں کے بہت کام آیا ہے کہ عہدوں کے لئے ووٹ مانگنا حرام ہے چنانچہ ان دونوں دوستوں نے جماعت میں وہ اقتدار حاصل کر لیا ہے جو یہ چاہتے تھے اور اسطرح انہوں نے جماعت اسلامی کو تباہی کے راستے پر ڈال دیا ہے

اگرچہ مرکزیت پر مبنی تنظیم ایک اشتراکی نظریہ ہے اور جس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں - لیکن مولانا مودودی نے اپنی "امارت" کو مستحکم رکھنے کے لئے اسی فلسفہ تنظیم کو جماعت اسلامی کے لئے اپنایا اور جماعت اسلامی کے گانٹھ کے پورے اراکین متفقین وغیرہ نے اسے طے شدہ حقیقت تسلیم کر لیا اور یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کو کبھی نہ زیر بحث لایا گیا نہ کبھی اس کو متنازعہ سمجھا گیا

اسلام کے اس انقلابی تصور کے برعکس کہ ہر مسلمان اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے مرکزیت پر مبنی تنظیم یا جماعت کی ابتدا چند افراد کے گٹھ جوڑ سے ہوتی ہے جماعت اسلامی میں یہ گٹھ جوڑ سنٹرل کمیٹی اور امیر سے شروع ہوتا ہے - اگر سنٹرل کمیٹی اور امیر کے درمیان باقاعدہ تبادلہ خیال ہوتا رہے تو حالات شاید زیادہ ناگفتہ بہ نہ ہوں مگر مصیبت یہ ہے کہ اقتدار اور طاقت کا نشہ بہت برا ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے اقتدار کو مستحکم دیکھنا چاہتا ہے چنانچہ جماعت اسلامی میں امیر اور اس کے قریبی دوست اسی سنٹرل کمیٹی سے اپنی پسند کے لوگوں پر مشتمل ایک عاملہ بنا لیتے ہیں جس کے بعد سنٹرل کمیٹی کا وجود بے معنی ہو جاتا ہے کیونکہ عاملہ ہی میں تمام اختیار مرکوز ہو جاتے ہیں کیونکہ اس عاملہ کے باقی افراد محض جی حضوریئے ہوتے ہیں اور اس طرح وہ سیدھے سادھے سادہ لوح اور معصوم عوام جنہیں یہ باور کرایا جاتا ہے کہ جو کچھ بھی کیا جا رہا ہے صرف اسلام کے لئے کیا جا رہا ہے، محض برسر اقتدار ایک دو افراد کے کارناموں کی داستانیں سننے پر مجبور

جماعت اسلامی کا تنظیمی ڈھانچہ اسلامی اصولوں کے قطعی منافی ہے

ہو جاتے ہیں - ان کے نام کا ڈنکا پیٹا جاتا ہے بار بار یہی لوگ جماعت اسلامی کے عہدوں پر نئے سرے سے فائز ہوتے ہیں اور ہر مرتبہ ان کی گرفت پہلے سے زیادہ مضبوط ہو جاتی ہے

اس صورت حال میں اگر لیڈر سادگی پسند اور صادق و امین ہوں تو شاید جماعت کا کام اسی نظریہ کے مطابق ہوتا رہے - جس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے - لیکن حقیقت حال اس کے برعکس ہے - لہذا ہر احتساب کے خوف سے بے خطر ہو کر جماعت اسلامی کی یہ نوکر شاہی رفتہ رفتہ ہر چیز پر قابض ہو بیٹھتی ہیں اور ایک متضاد صورت حال ابھر کر سامنے آتی ہے - کارکنوں کو تو اپنی آمد و اخراجات کی پائی پائی کا حساب دینا پڑتا ہے یہ بے چارے گلیوں گلیوں، دربدر بھیک مانگتے ہیں اور جماعت کے لئے چندہ اکٹھا کرتے ہیں کھالیں جمع کرتے ہیں - لیکن مرکز میں ہزاروں ڈالر کی رقم وصول ہوتی ہے اور کسی حساب کتاب اور کھاتے کے بغیر خرچ کر دی جاتی ہے کارکن غریب کے غریب رہتے ہیں اور مرکزی لیڈر اراضی حاصل کرتے ہیں - عمارتیں بنواتے ہیں اور انٹر کانٹی نینٹل ہوٹلوں میں اسلامی کانفرنسیں منعقد کرتے ہیں

مرکزیت پر مبنی جماعتیں، جیسا کہ جماعت اسلامی ہے مرکزی لیڈروں کو یہ موقع فراہم کرتی ہیں کہ وہ اپنے کارکنوں کو محکوم بنا کر رکھیں اسی سلسلے میں جماعت اسلامی کے لیڈروں نے "اطاعت امیر" کے اسلامی فلسفے کو غلط طور پر اپنے تحفظ کے لئے اختیار کیا ہے - ایسی جماعتیں اقتدار اور قوت کو پہلے اپنے کارکنوں کے خلاف اور پھر پوری قوم کے خلاف بے تحاشہ استعمال کرتی ہیں

ان جماعتوں میں ورکروں کی ایک بڑی تعداد کل وقتی ملازم ہو جاتی ہے، جنہیں پارٹی ہی تنخواہ ادا کرتی ہے - یہ لوگ جو پارٹی میں اپنی مرضی سے آتے ہیں - کئی برس پارٹی میں کام کر کے اسی کے اسیر اور غلام بن جاتے ہیں اور پھر ان کیلئے واپس معاشرے میں جا کر عام شہری کی طرح زندگی گزارنا محال ہو جاتا ہے اس مرحلے پر اگر پارٹی انہیں کوئی ایسا کام کرنے کا حکم دے جو ان کے ضمیر کے خلاف ہو تو وہ اپنی روزی کے خیال سے اس سے انکار نہیں کر سکتے اس طرح پارٹی کی گرفت کارکنوں پر مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی ہے - جماعت اسلامی نے تو حد کر دی ہے کہ اپنے ورکروں کی جاسوسی کے لئے اس نے ایک اسلامی طریقہ ایجاد کر لیا ہے ورکروں سے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنی رپورٹیں باقاعدگی سے دیا کریں - پارٹی کو بتایا کریں کہ انہوں نے اپنا وقت کیسے گزارا - کس کس سے ملاقات کی کون کون سی کتاب پڑھی - اگرچہ یہ سب کچھ اسلام کے نام سے شروع ہوتا ہے لیکن بالآخر اس کی انتہا ورکروں کی غلامی اور ان کے استحصال پر ہوتی ہے - اگر ایسی جماعت کو اقتدار مل جائے تو لازماً وہ ملک کو پولیس اسٹیٹ میں تبدیل کر دیتی ہے

اختیارات کے ارتکاز کا یہ نظام رفتہ رفتہ اختلاف رائے کو یکسر ختم کر دیتا ہے لیڈروں کی رائے ہی مقدم اور صائب قرار پاتی ہے اور ان کی رائے خواہ وہ کتنی ہی غلط کیوں نہ ہو پارٹی کی مطبوعات اور رسائل و جرائد میں نہایت بے حیائی سے بار بار زیور طبع سے آراستہ ہوتی ہے اگر جماعت کے رہنماؤں سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے تو اس پر کوئی تبصرہ یا رائے زنی نہیں ہوتی حد یہ ہے کہ جماعت کے اراکین کے جلسوں میں بھی اس پر اظہار خیال نہیں ہو سکتا - کسی شخص کو اگر کوئی شکایت ہو تو اس کے لئے شکایت کے ازالے کا کوئی آزادانہ راستہ نہیں ہوتا - جس شخص کے خلاف شکایت ہوتی ہے اس کے بارے میں کارکن کو امیر سے رجوع کرنا پڑتا ہے قومی سطح پر جماعت اسلامی کی قیادت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں - اس کا سبب بہت ہی معمولی

جماعت اسلامی کا امیر احتساب کے خوف سے بے پرواہ ہو کر ہر کام اپنی مرضی کے مطابق کرتا ہے

ہے ۔ اور وہ یہ کہ جماعت کی قیادت کو تو یہ مراعات حاصل ہیں کہ وہ جماعت کے تمام اراکین سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں۔ لیکن اختلاف رائے رکھنے والا بے چارہ مقامی جماعت کی سطح پر ہی اپنا نقطہ نظر پیش کرنے پر مجبور ہوتا ہے اس سے آگے اس کے لئے تمام دروازے بند ہوتے ہیں ، اس شخص کو اسی سطح پر کچل دیا جاتا ہے اس کی آواز دبا دی جاتی ہے لیکن اگر وہ کچھ زیادہ ہی سرکش اور جرائت مند ثابت ہوتا ہے تو اس کے لئے صرف ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اراکین کے اجتماع عام میں اپنی شکایات پیش کرے اور یہ اجتماع عام سال میں صرف ایک مرتبہ ہوتا ہے لیکن اس اجتماع عام میں صورت حال یہ ہوتی ہے کہ وقت تو کم ہوتا ہے اور سوالات بے انتہا ، چنانچہ ایسی شکایتیں سوالوں کے اسی طوفان میں بہہ جاتی ہیں پھر جب مرکزی قیادت زیادہ طاقت ور ہو جاتی ہے تو یہ اجتماع عام بھی کبھی کبھار ہی منعقد ہوتے ہیں ۔ پاکستان میں گزشتہ ۱۶ برس کے دوران جماعت اسلامی کا صرف ایک اجتماع عام منعقد ہوا ہے ۔ بالکل اسی طرح جیسے اسٹالن کے زمانے میں روس کی کمیونسٹ پارٹی کے اجلاس کبھی کبھار ہوا کرتے تھے

جماعت اسلامی جیسی جماعتوں میں نظریہ سے وابستگی ثانوی حیثیت رکھتی ہے اور اصل حیثیت جماعت سے وفاداری کو حاصل ہوتی ہے جماعت اسلامی نے نہایت چالاکی اور عیاری سے اطاعت الہٰی کو اطاعت جماعت سے تبدیل کر دیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ اب جماعت اسلامی میں مولانا مودودی کی تحریروں کے حوالے بھی بعض معاملوں میں اس لئے نہیں دیئے جا سکتے کہ مولانا مودودی کی وہ تحریریں جماعت اسلامی کے موجودہ لیڈروں کے موقف سے مختلف موقف پیش کرتی ہیں ۔ ان کتابوں کو جماعت اسلامی کے اراکین محض نمائش کے لئے اپنے گھروں میں سجا کر رکھے ہیں ان کتابوں کے بارے میں اگر ان سے گفتگو کی جائے تو وہ احمقوں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتے ہیں

پچھلے دنوں جماعت اسلامی کے ایک عظیم رہنما امریکہ آئے ۔ یہیں میری ان سے ملاقات ہوئی اور میں نے ان سے مولانا مودودی کی تحریروں کے حوالے سے گفتگو کی تو انہوں نے ناگواری سے کہا

کیا ہوا اگر مولانا مودودی نے فلاں فلاں بات فلاں فلاں کتاب میں فلاں فلاں سن میں لکھی تھی

بات یہ ہے کہ جماعت اسلامی کے نزدیک اقتدار کی سیاست کو فوقیت حاصل ہے اور اس پر اس نے سب سے پہلے نظریہ کو قربان کیا ہے یہ دوسری بات ہے کہ اس کے لیڈر اس نظریے کی باتیں بہت کرتے ہیں مگر یہ محض ہوائیاں ہیں

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ امیر جماعت اسلامی پاکستان میاں طفیل امریکہ کے دورے پر آئے ہوئے تھے اس موقع پر ایک ملاقات میں میں نے میاں طفیل سے کہا کہ مولانا مودودی نے ایک جگہ لکھا ہے کہ ایسے اسلامی معاشرے میں جہاں عوام کی اکثریت غریبوں پر مشتمل ہو کوئی مسلمان لکھ پتی نہیں بن سکتا ۔ اس پر میاں طفیل نے فرمایا کہ ہو سکتا ہے کہ مولانا مودودی نے یہ بات کہیں لکھی ہو لیکن آخر اس مسئلہ پر ہمیں ان کا محاسبہ کرنے کی کیا ضرورت ہے انہوں نے تو اور بھی بہت سی باتیں لکھی ہیں

جب نظریہ کو پارٹی کی تنظیم پر قربان کر دی جائے تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ایک چھوٹے سے ٹولے کے عقائد و نظریات اس پارٹی کا منشور اور پالیسی قرار پاتے ہیں کیونکہ پارٹی پر انہی چند افراد کا غلبہ ہوتا ہے یہی صورت حال جماعت اسلامی کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ جماعت اسلامی کے ان لیڈروں کے نظریات کو اب لوگ اسلامی عقائد اور نظریات سمجھنے لگے ہیں کیونکہ یہ جماعت اسلام اسلام کی رٹ لگاتی رہتی ہے

جماعت اسلامی کے طریقہ کار کے لئے راز داری بھی بہت ضروری ہے اور جماعت میں راز داری کو بڑی اہمیت دی جاتی ہے چنانچہ اس سلسلے میں جماعت کا زریں اصول یہ ہے کہ "لیڈر ہی سب سے بہتر جانتا ہے اور سب کچھ جانتا ہے" چنانچہ اسی بنا پر جماعت کے اراکین کو اللہ میاں کی گائے سمجھ لیا جاتا ہے کہ جنہیں اگر اعتماد میں لے لیا جائے تو تنظیم کو نقصان پہنچ سکتا ہے ۔ چنانچہ اراکین کو سخت ہدایت ہے کہ وہ اپنے کام سے کام رکھیں ۔ انہیں یہ اعتراض بھی کرنے کا حق نہیں کہ مولانا مودودی نے تو ملوکیت کیخلاف اپنی ایک زبردست کتاب لکھی ہے پھر یہ جماعت کیوں بادشاہوں سے تعاون کرتی ہے ۔ جب فیصلے خفیہ طور پر کئے جا رہے ہوں اور ان کی کوئی وضاحت نہ کی جائے اگر رقوم خرد برد کی جائیں اور مرکزی قیادت ان کا کوئی حساب دینے پر تیار نہ ہو تو پھر شخصیت پرستی کو تقویت ملتی ہے ، کہا جاتا ہے کہ فلاں فلاں قائد بہ ، نیک اور پارسا ہے بہت عقلمند اور ذہین ہے لہٰذا وہ جو فیصلہ کرے گا وہ نہایت دانشمندانہ فیصلہ ہوگا لہٰذا اس پر کوئی اعتراض نہ کرو ۔ وہ جو کچھ کہے اس پر خلوص دل سے صاد کہو ، اگر ایسا نہ کیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ تم اس کی نیت پر شبہ کر رہے ہو ۔ اگر وہ کہتا ہے کہ تمہاری دی ہوئی رقم اسلام کی راہ میں خرچ کی گئی ہے تو اس کے کہے کو تسلیم کر لو ۔ اس سے حساب مت طلب کرو ۔ تم نے اس سے جواب طلب کیا تو اس کا مقصد یہی سمجھا جائے گا کہ تم یہ تاثر دے رہے ہو کہ تمہیں اتنے عقلمند پارسا اور پاکباز شخص پر اعتبار نہیں ہے جو جماعت اسلامی کا امیر ہے ۔ چنانچہ جیسے جیسے شخصیت پرستی جڑیں پکڑتی جاتی ہے سنٹرل کمیٹی کے اراکین اپنے امیر کی اجازت کے بغیر باہم مشورے

باقی صفحہ ۵۰ پر

سیاسی ملا، مفتی اور پروفیسر

اپنی لادینی حرکات کو اسلام کا نام دے رہے ہیں

رات کے دو بجکر پچیس منٹ ہوئے ہیں، ستر برس میں شاید ہی کوئی رات ایسی گذری ہو کہ سکون سے سویا نہ ہوں مگر اب سال سے اوپر ہو گیا نہ دن کو چین نہ رات کو آرام نہ نماز میں لذت نہ عبادت میں سکون لیڈران قوم نے اپنے ذاتی وقار کو دین سمجھ لیا ہے مولانا دین کی قدروں کو پامال ہوتا دیکھکر خموش تماشائی ہیں آپ سے التجا ہے کہ مندرجہ ذیل تحریر کو اپنے اخبار کے کالم میں جگہ دیکر بندہ کو ایک فریضہ سے سبکدوش ہونے کا موقع عطا فرما کر مشکور فرمائیں۔

خداوند کریم آپ کو اس کا اجر دیگا،

حدیث نبوی صلعم ہے

اول درجہ ایمان ان کا ہے جو برائی کو طاقت سے روک دیتے ہیں

دوئم درجہ ایمان ان کا ہے جو برائی کو زبان سے روکتے ہیں

سوئم درجہ ایمان ان کا ہے جو طاقت اور زبان سے برائی کو روکنے کی طاقت نہیں رکھتے مگر کنارہ کش ہو جاتے ہیں کنارہ کشی ناممکن ہے ملک چھوڑ کر کدھر جاؤ گے ؟

اے میری قوم مانا کہ طاقت سے برائی کو روکنے کی ہمت نہیں۔ ملک چھوڑنا ناممکن ہے تو کیا آپ کی زبانیں بھی گنگ ہیں اس وقت جماعتیوں اور پارٹی کا سوال نہیں ضرورت اس بات کی ہے کہ اسلام کی قدروں کو پامال ہونے سے بچایا جائے پارٹی لیڈران اپنی لادینی حرکات کو اسلام کا نام دیتے ہیں دین کو مسخ کر رہے ہیں کیا کلمہ، نماز، روزہ زکواۃ اور حج منافق ادا نہیں کرتے تھے؟ ایک موقع پر حضور اکرم صلعم نے حضرت عمرؓ کو خطاب کر کے فرمایا "اے عمرؓ اگر ان منافقوں کی عبادات اور تلاوت کو دیکھے تو اپنی عبادات کو ہیچ سمجھے مگر یہ جو پڑھتے ہیں ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا یہ ایک گروہ ہے" (صحیح بخاری)

ایک دوسرے موقع پر حضور اکرم صلعم نے فرمایا کہ "قیامت کے دن فرشتے ریاکار نمازیوں روزہ داروں، زکواۃ ادا کرنے والوں، اور ریاکار حاجیوں کو دوزخ میں پھینکیں گے کیونکہ وہ سب ریا تھا،

کیا اپنی عبادات اور ایمانداری، دینداری کا ڈھنڈورا پیٹنا پروپیگنڈا کرانا ریاکاری نہیں عبادت نہ ہوئی تجارت ہوئی

اے میری قوم ملا حضرت تو ہمیشہ مخالفت برائے مخالفت کرتا رہا ہے اور کرتا رہیگا اس کے علاوہ اس کے پاس اپنی علمیت کے اظہار کا کونسا وسیلہ ہے ملا سے حق بات کی توقع عبث ہے ملا نے ہمیشہ قوم کی مخالفت کو اپنا شعار بنایا، متقی پرہیزگار عالم دین مسلم معاشرہ میں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ریاکاروں کی بھرمار ہے عوام میں جو پڑھے لکھے لوگ ہیں ان کا فرض ہے کہ قرآن اور احادیث نبوی کا خود مطالعہ کریں دونوں کے تراجم اور تفاسیر قومی زبان میں موجود ہیں، اور اپنے ان پڑھ بھائیوں کو احکام الٰہی سے آگاہ کریں ریاکار حاجیوں اور نمازیوں کو بے نقاب کریں

اے مسلمان! اپنے دل سے پوچھ ملا سے نہ پوچھ
ہو گیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم
ملا سے صرف اتنا پوچھ۔
بتا شیخ میں لائق عفو کیا، ریاکار یا گنہگار

محبوب احمد، کوہاٹ

اے حسینؑ

رئیس امروہوی

حضرت امام حسینؑ علیہ السلام
کے حضور یہ منظوم نذرانۂ عقیدت
برصغیر پاک و ہند کے ممتاز شاعر
جناب رئیس امروہوی کی نئی
کتاب انا من الحسینؑ
سے مستعار لیا گیا ہے

اے حسین اے کربلا و ابتلا والے حسین ۔۔۔ اے حسین ابن علی ابن ابی طالب حسین!
مصطفیٰؐ اور فاطمہ کی گود کے پالے حسین ۔۔۔ اے امام مشرقین و مقتدائے مغربین
تیرے چہرے پر اولوالعزمی کے وہ ہالے حسین ۔۔۔ کربلا! تیری بدولت ہمسر بدر و حنین
جس نے اوضاعِ زمانہ ہی بدل ڈالے حسین ۔۔۔ یاد تیری عینِ حق تقلید تیری فرضِ عین
نوکِ نیزہ پر ترا سر پرچم اسلام تھا ۔۔۔ جان دی تو نے ثبوتِ عظمتِ حق کے لئے
سر میں سودائے وفا لب پر خدا کا نام تھا ۔۔۔ معرفت لازم تری عرفانِ مطلق کے لئے

تیرے عزمِ فاتحانہ سے ہوئے زار و زبوں ۔۔۔ کربلا صرف ایک پیکارِ حوادث ہی نہیں
تاج و افسر کے طلسم اور رنگ و افسر کے فسوں ۔۔۔ یہ زمین ہے بعض اسرارِ مشیّت کی امیں
اے حنا بندِ عروسِ فتح اے غلطاں بخوں! ۔۔۔ فکرِ انسانی کو تحریکِ صداقت آفریں
روحِ انساں کی حرارت ہے ترا سوزِ دروں ۔۔۔ یہ جہادِ اولین و اجتہادِ آخریں
توڑ کر زنجیرِ جبر و حلقۂ تقلید کو ۔۔۔ مرکزِ انوارِ روحانی۔ تہِ افلاک ہے
زندۂ جاوید تو نے کر دیا توحید کو ۔۔۔ پرورشِ گاہ حیاتِ جاوداں یہ خاک ہے

آدمیت کو تری شانِ جواں مردی پہ ناز ۔۔۔ کچھ مقاصد ہیں قریب اور کچھ مظاہر دور کے
عالمِ انسانیت کو تیرے دم سے امتیاز ۔۔۔ عکس ہیں لاانتہا اس جلوۂ مستور کے
تو نے بخشا سینۂ مردم کو وہ سوز و گداز ۔۔۔ معرکے ظاہر میں ہیں گو تیرگی و نور کے
بن گیا عزمِ بشر قسمت گر و تاریخ ساز ۔۔۔ اور بھی پہلو ہیں کچھ قربانیٔ عاشور کے
تیری یاد آزاد بندوں کا سہارا بن گئی ۔۔۔ کربلا کا معرکہ تھا فیصلہ تاریخ کا
کربلا! مردانگی کا استعارا بن گئی ۔۔۔ حکم ہے ہر نقشِ باطل کے لئے تنسیخ کا

حسینؓ کی داستان

انسان کی سرفرازی اور بلندی کی داستان ہے

ڈاکٹر ذاکر حسین

شہادت حسینؓ کے موضوع پر کچھ لکھنے اور لکھانے کا مقصد جہاں تک میں سمجھتا ہوں یہی ہے کہ فخر انسانیت کو انسانیت کے عام معیاروں پر رکھا جائے اور اس کا نتیجہ انسانیت کی عام زبان میں بیان کیا جائے۔ سب جانتے ہیں کہ ایک محاورے کو دوسرے محاورے میں ترجمہ کرنا کتنا کٹھن کام ہے اور جب اس کے ساتھ یہ شرط ہو کہ ترجمے کی زبان وہ ہو جو انسانوں کے دل کی زبان ہے تو یہ کام اور بھی کٹھن ہو جاتا ہے۔ ایک مسلمان کے لئے جو امام حسینؓ کا حال مذہبی رنگ میں سننے اور سنانے کا عادی ہے اسے اس نئے رنگ میں اس طرح بیان کرنا کہ اس ذکر سے جو کیفیت اس کے دل میں پیدا ہوتی ہے، وہی دوسروں کے دل میں پیدا ہو جائے بہت مشکل ہے مگر یہ بات ہمت بندھاتی ہے کہ جب سننے والوں کے دل ہمدردی اور محبت سے سمجھنے پر آمادہ ہوں تو وہ ادھ کہی بات بلکہ بن کہی بات بھی سمجھ لیتے ہیں۔

واقعہ شہادت اور عالم انسانیت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس عالم انسانیت کے لئے شہادت حسینؓ کیا تخت طلبی کی ایک ناکام کوشش ہے جس میں آپ کو ناکام فریق سے ایک تاریخی ہمدردی ہے؟ یا یہ محض ایک مغرور المزاج سردار کی ضد یا ناعاقبت اندیشی ہے، جس میں ضد کرنے والا اتفاق سے آپ کے محبوبؐ اور مخدوم آقا کا جگر گوشہ ہے۔ کیا یہ بیدردی اور سفاکی سے ایک کمزور جماعت کے مٹانے کی دل ہلا دینے والی کہانی ہے۔ جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اور آنسو کی چند بوندیں آنکھوں سے بے اختیار ٹپک جاتی ہیں؟ دنیا کی تاریخ میں بیدردیوں اور طرفداریوں کے ایسے اتنے اور مواقع ہیں اور وہ شخص اور جماعتی ناکامیوں اور نامرادیوں، بے دردیوں اور سفاکیوں کی کہانیوں سے اتنی پُر ہے کہ صرف ان کے لئے تو دنیا کو حسینؓ کی داستان کی خاص ضرورت نہیں۔ لیکن نہیں حسینؓ کی

> **حسینؓ انسانیت کے سب سے بڑے محسن ہیں**

داستان ان میں سے کوئی چیز نہیں وہ تو انسانی سرفرازی اور سربلندی کی داستان ہے شرف انسانیت کی کہانی ہے۔ انسان کی پستی سے بلندی کی طرف ارتقاء کی روداد ہے۔ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے معیاروں کی تفسیر ہے۔ بہیمی غلامی سے انسانی حریت کی طرف سفر کی منزل ہے۔ وہ دنیا میں خدائی بادشاہت کا اعلان ہے۔ اور انسانوں میں اس کے قیام کے امکان بلکہ لزوم پر کسی طرح سے نہ ٹوٹنے والی شہادت ہے۔ وہ منزل تکمیل انسانی کی راہ چراغ ہے، اس چراغ کو باطل کی قوتیں جب کبھی اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتی ہیں تو حسینؓ کی یاد اس کی لو کو روشن کر دیتی ہے جب راہ حق و حریت میں انسانیت کے قدم ڈگمگاتے ہیں تو حسینؓ کی مثال اسے سہارا دیتی ہے۔ اور سنبھال لیتی ہے۔ جب دولت و قوت اور اقتدار کی فرعونیت حق پرستوں کی تہی دست اور بے وسیلہ جمعیتوں پر عرصۂ حیات تنگ کرتی ہے اور جب پیہم ناکامیوں کا ہجوم حق پر باطل ہونے کا وسوسہ دل میں ڈالتا ہے تو حسینؓ ہی کی مثال انہیں ثبات قدم کا سامان دیتی ہے اور یاس کی کفر آفرینی سے بچاتی ہے۔ جب جماعتی زندگی کا فساد فرد کو بے حقیقت سا بنا دیتا ہے تو حسینؓ کی مثال اس فرد کو اس کی ذمہ داری یاد دلاتی ہے کہ جماعت کو اخلاق جماعت بنانے کا فرض آخری طور پر اسی پر عائد ہوتا ہے چاہے اس کوشش میں جماعت اسے زہر کا پیالہ پلائے یا سولی پر چڑھائے، سنگسار کرے یا سر تن سے جدا کر کے شہادت کے خون سے زمین کو لالہ زار بنائے زندگی کے حریص انسانوں کو حسینؓ یاد دلاتے ہیں کہ زندگی ہر حال میں جیئے جانے کا نام نہیں ہے اور جتلاتے ہیں کہ

"ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی"۔

جب کامیابی کے طلائی بچھڑے کی پرستش پر ہر سو ہورہی ہو تو حسینؓ کا نام ہی اس سحر سامری کا توڑ بن جاتا ہے اور حسینؓ کی ناکامی کے روبرو باطل کی ساری فتح مندیاں سرنگوں و شرمسار نظر آتی ہیں۔

لیکن آخر یہ سب کیوں؟ اس لئے کہ حسینؓ نے اپنی جان دیکر خدا کی خدائی اور انسان کی شرافت پر شہادت دی ہے اور اس دستاویز پر اپنے خون سے مہر ثبت کی ہے۔ یہ انسانی شرافت کیا ہے؟ بھلا تم پر انسان کو کونسی چیز برتری کا مرتبہ دیتی ہے؟ اس کے سینے میں قانون و اخلاق کا وجدان اور یہ جستجو کہ خوب سے ہے خوب تر کہاں؟

حسینؑ کا نام ہر سامری کے سحر کا توڑ ہے

حکم حقیقی کیخلاف قائم ہونیوالی حکومت کے حکم کو نہ ماننے کا اعلان ہی شہادت ہے

اس کے دل میں اعلیٰ اقدار کا ذوق و شوق ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف جانے کا فطری قصد، اعلیٰ کو جان کر ادنیٰ پر قناعت سے اس کی فطری بیزاری، پھر ان اعلیٰ اقدار کا مطلق اور کامل حیثیت میں یقین اور اس پر اس کے قلب وضمیر کی تصدیق یہی صفات اخلاقی کے وہ مکمل نمونے ہیں جن پر ہر چیز کی قدر و قیمت پرکھی جاتی ہے۔ مثلاً عدل حق، خیر حسن انہیں سے اس کی شب تار حیات میں روشنی کی جھلک ہے۔ ان ہی سے اس کی بے چینی میں سکون اور پراگندگی میں دل جمعی کا سامان ہے۔ وہ بھٹکتا ہے تو یہی دلیل راہ ہوتی ہیں زندگی کے ہر دوراہے پر جب یہ کفر کی طرف جاتا ہے تو یہی اسے شکر کی طرف کھینچتی ہیں۔ "اَسْفَلَ السَّافِلِيْن" میں بھی "احسن تقویم" یاد دلاتی ہیں۔ انہیں بھلایا جاتا ہے مگر یہ پھر ابھرتی ہیں۔ ان سے بد کینے والے وحشی بھی

"پھر پھر کے ان کو جاتے ہیں تکتے"

یہ اقدار مطلقہ جو اس ظاہری سے محسوس نہیں ہوسکتیں ان کا تصور کیا ہے۔ چشم ظاہر ان کے نظارے سے محروم ہے۔ صرف چشم باطن ہی کو ان کی جھلک نظر آتی ہے۔ ہر ملک میں خدا کے ایسے بندے پیدا ہوتے ہیں جو ان اقدار کو بے حجاب اس طرح دیکھتے ہیں جیسے ہم چاند سورج، ستاروں کو دیکھتے ہیں اور ان کے نور سے وہ دنیا کی ہر چیز کو زندگی کے ہر شعبے کو، انفرادی ہو کہ اجتماعی، منور کرنا چاہتے ہیں۔ اپنے عمل سے ان کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور انہیں اپنے پر طاری کرتے ہیں، اپنے اندر رچاتے ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کی روشنی سے دوسروں کی نظریں ان تک پہنچاتے ہیں۔ اور دوسروں کے دل ان کی طرف جھکاتے ہیں۔ اور جب انسان کی بہیمیت ان پر نرغہ کرتی ہے تو ان کی حفاظت کے لئے کمربستہ ہو جاتے ہیں حفاظت میں کامیاب بھی ہو جاتے ہیں لیکن ان کا اصلی رنگ ناکامی میں نکھرتا ہے۔ ان کی ظاہری کامیابی سے ان کی پیش کردہ اقدار پر یقین اتنا راسخ نہیں ہوتا جتنا اس وقت ہوتا ہے جب باطل کی یلغار اتنی شدید ہوتی ہے کہ کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی شکست یقینی ہوتی ہے۔ اور یہ ناکامی اور شکست کے یقینی ہونے کے باوجود اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ کے ساتھی نہیں بنتے اس پر گالیاں کھاتے ہیں، ذلتیں سہتے ہیں، تکلیفیں اٹھاتے ہیں اور اگر "یہ مرتبہ بلند" نصیب میں ہوتا ہے تو آخر کار جان کی نذر پیش کر کے اپنی سچائی کا آخری ثبوت دے دیتے ہیں۔ اور انسانیت کو جتنا دیتے ہیں کہ کامیابی اور اقدار کی لاگت سے وہ کہیں یہ نہ سمجھ لے کہ ان اقدار مطلقہ کی سیوا بس اسی تک ہے جب تک فتح مندیاں ہیں نہیں ان کے ساتھ وہ کر ناکامیاں، دوسروں کے ساتھ کی کامیابیوں سے اعلیٰ کی خاطر بدنامیوں، ادنیٰ کے ساتھ کی نیک نامیوں سے بہتر ہیں۔ ان کی جلو کی رسوائیاں بڑی بڑی کلمرانیوں سے زیادہ دقیع اور ان کی سنگت کی تنہائیاں لشکروں اور جیشوں پر قابل ترجیح ہیں۔ حسینؑ ان ہی اقدار مطلقہ کے علمبردار تھے۔ ان ہی کے لئے جئے، انہیں کے لئے لڑے اور ان ہی پر اپنی جان نثار کر گئے اور اپنی زندگی اور اپنی موت دونوں سے انسانیت کے لئے ایک دائمی شمع ہدایت روشن فرما گئے۔ اس شمع کی روشنی زندگی کے ہر شعبے میں راہ نما ہے۔ لیکن جماعتی زندگی کی گمراہیوں میں اس شمع سے اکتساب نور کی طرف خاص طور پر توجہ کرنے کی ضرورت ہے

امتیاز حق و باطل

انسان کے نزدیک دین کی بنا اقدار کی وحدت پر ہے۔ بنیادی اقدار حکم، حکمت اور حق بنیادی اقدار کی حیثیت سے معروف ہیں میں صرف حکم کی تشریح کرنا چاہتا ہوں۔ اس سے مراد ہے حکومت، اقتدار اعلیٰ۔ ذرا سوچئے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ نوع انسانی کی اچھی سیاسی تشکیل عدل اور انصاف پر مبنی حکومت کا قیام، انسان کی اخلاقی زندگی کے لئے ناگزیر ہے۔ اس لئے اچھی حکومت بھی اخلاقی قدر رکھتی ہے اور اس کا ایک مکمل نمونہ ہماری ہدایت کے لئے ہوتا بھی اتنا ضروری ہے جتنا حکمت اور حق کا اس کا نام حکم ہے، حکم، حکمت اور حق کو ایک ماننا اسلام کی تعلیم ہے۔ یعنی اسلام یہ کہتا ہے کہ حکم بھی اس ذات کے لئے ہے جو عین حق حکمت ہے۔ عبادت یعنی غیر مشروط اور غیر محدود اطاعت صرف اسی کی کرنی چاہیے اور کسی کی نہیں۔ شرطوں کے ساتھ اور حدوں کے اندر دوسرے کی اطاعت بھی کی جاسکتی ہے۔ مگر شرط اور حد یہی ہے کہ مجازی حکم حقیقی حکم اور حکمت اور حق کے خلاف نہ ہو۔ اگر دنیا میں حقیقی حکم قائم ہو تو انسان کا کھلا ہوا فرض ہے کہ بغیر کسی شرط کے اس کی اطاعت کرے۔ لیکن اگر حکم مجازی کا دور دورہ ہے تو اطاعت کے لئے شرطیں لگانی پڑتی ہیں جن میں سب سے پہلی چیز یہی ہے کہ انسان کو کوئی کام اس حکم کے خلاف نہ کرنا پڑے جسے وہ حکم حقیقی جانتا ہے لیکن سب سے بڑی مشکل اس وقت پیش آتی ہے۔ جب حکم مجازی سراسر حکم حقیقی کے خلاف ہو اور انسان کو اس کی خلاف ورزی پر مجبور کرتا ہو۔ اس سے بڑھ کر مشکل جس کے تصور تک سے حق پسند کا دل کانپ اٹھتا ہے۔ یہ ہے کہ باطل کی حکومت یہ مطالبہ کرے کہ اسے حقیقی سمجھا جائے جب دنیا پر یہ مصیبت آئے تو آدمی کا فرض ہے کہ وہ قول اور فعل سے یہ اعلان کرے کہ یہ باطل کی حکومت سراسر حکم حقیقی کے خلاف ہے میں اس کے آگے ہرگز سر نہ جھکاؤں گا اور کوئی اس کے آگے سر نہ جھکائے۔ اس اعلان کا نام شہادت ہے اس شہادت پر باطل کی قوتیں ٹوٹ پڑتی ہیں مگر اس کے سارے ظلم سہہ کر ہی مرد حق دوسروں کو حق و باطل کا فرق دکھا سکتا ہے۔

حضرت علیؑ کا فرمان

تمہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ آلِ محمد آسمان کے ستاروں کے مانند ہیں۔ جب ایک ڈوبتا ہے تو دوسرا ابھرتا ہے۔ گویا تم پر اللہ کی نعمتیں مکمل ہو گئی ہیں اور جس کی تم آس لگائے بیٹھے تھے، وہ اللہ نے تمہیں دکھا دیا ہے۔"

اے لوگو! ہم ایک ایسے کجرفتار زمانہ اور ناشکر گزار دنیا میں پیدا ہوئے ہیں کہ جس میں نیکوکار کو خطاکار سمجھا جاتا ہے، اور ظالم اپنی سرکشی میں بڑھتا ہی جاتا ہے جن چیزوں کو ہم جانتے ہیں۔ ان سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور جن چیزوں کو نہیں جانتے، انہیں دریافت نہیں کرتے اور جب تک مصیبت آ نہیں جاتی، ہم خطرہ محسوس نہیں کرتے

(نہج البلاغہ)

باطل سے جنگ

اب آپ تاریخ کے صفحات پلٹ کر دیکھئے۔ اسلام کا ابتدائی زمانہ جسے مسلمان سب سے اچھا سمجھتے ہیں گزر چکا ہے حکم حقیقی یعنی خلافت راشدہ کا دور ختم ہوتا ہے حکم مجازی یعنی ملوکیت کا دور آتا ہے۔ حکم حقیقی کے خلاف ملک کے محاصل، ذاتی ملک بنتے ہیں اور بادشاہ بہت بڑا خزانہ جمع کر کے دولت کے بل پر اپنی طاقت بڑھاتا ہے اور عالم اسلام کو اپنی اطاعت پر مجبور کرتا ہے۔ کچھ لوگ لالچ سے سر جھکا دیتے ہیں بعض سر ایسے ہیں جو نہیں جھکتے ان ہی میں رسول اللہ کے نواسے حسینؑ کا سر ہے، لالچ، دھمکی، فریب سے کام لیا جاتا ہے مگر حسینؑ یزید کی اطاعت سے انکار کرتے ہیں۔ بھلا حسینؑ جن کی رگوں میں علیؑ، فاطمہؑ اور محمدؐ کا خون تھا جن کے دل میں حق کا خوف اور حق کا عشق تھا حکم باطل کو حکم حق کیسے کہہ دیتے۔ حسینؑ نے بیعت کرنے سے انکار کر دیا گویا اعلان کر دیا کہ یزید کا حکم حکم باطل ہے یہ پہلی شہادت تھی۔

ان کو ان کا وطن چھوڑنے پر مجبور کیا گیا مکے میں بھی چین نصیب نہ ہوا۔ ترک وطن کر کے عراق کا قصد کیا۔ یہ اس بات کا اعلان تھا کہ مجھے یزید کے حکم کے باطل ہونے پر اس درجہ یقین ہے اور اسے قبول کرنے سے اس شدت سے انکار ہے کہ ترک وطن کی تکلیف اٹھانے کو تیار ہوں یہ دوسری شہادت تھی۔

کوفے کی راہ میں کربلا کے مقام پر یزید کے لشکر نے حسینؑ کی راہ روکی۔ اور ان کا چھوٹا سا لشکر گھر گیا۔ اب آخری قربانی اور آخری امتحان کا سامنا تھا۔ حسینؑ نے آخری قربانی پیش کی آخری امتحان میں پورے اترے ان کے ساتھیوں اور عزیزوں میں سے ایک ایک مارا گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے قتل ہوئے آخر خود حسینؑ زخموں سے چور چور زمین پر گر پڑے مگر ان کے دل میں یہی تھا ان کی زبان پر یہی تھا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ تیسری اور آخری شہادت تھی

کہتے ہیں کہ جب لشکر شام والے حسینؑ کے اہل بیعت کو اسیر کر کے اور کربلا کے شہیدوں کے سر نیزوں پر چڑھا کر لے چلے تو راہ میں ہر جگہ حسینؑ کا سر اللہ کی وحدت اور بڑائی اور اس کے حکم کی شہادت دیتا تھا۔ مذہبی عقیدت اس بات کو لفظاً بھی صحیح مان سکتی ہے مگر اس سے قطع نظر کر کے دیکھئے تو واقعی حسینؑ کا سر جہاں کہیں جاتا ہوگا زبان حال سے حکم حق کی شہادت دیتا ہوگا۔ آج تیرہ سو سال بعد بھی حسینؑ کی مثال بلکہ حسینؑ کا نام اس کی شہادت دیتا ہے اور قیامت تک دیتا رہے گا کہ حکم صرف اللہ ہی کے لئے ہے

جب کبھی دنیا میں حکم حقیقی کی قدر کا تسلط ہوگا تو دنیا ضرور یاد کرے گی کہ اس کے سب سے بڑے محسن کے نواسے نے کس طرح اس کی حمایت میں اپنی جان نذر دی تھی جب دنیا میں افراد اور اقوام ان اقدار اعلیٰ کے سیوک کی حیثیت سے ارتقائے روحانی و ذہنی کے منازل سبک رفتاری سے طے کرتی ہونگی اور ان قدروں کے حاملوں کو ناکامی سے دوچار نہ ہونا پڑے گا تو وہ ضرور یاد کرے گی کہ صدیوں پہلے ایک بے یار و مددگار حق پرست نے ناکامی سے ڈرے بغیر ان اقدار اعلیٰ کی حمایت کی ہمت کی تھی اور جب دنیا کی طاقت و جبرت اس کے خلاف تھی تو انہیں کی خاطر اس نے اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا جب دنیا صرف ایک خدا سے ڈرے گی اور اس طرح اور سبھوں کے ڈر سے نجات پا چکی ہوگی تو وہ یہ نہ بھولے گی کہ فاطمہؑ کے لال نے میدان کربلا میں اپنا سر کٹوا کر اس کی اطاعت اور سربلندی کا مظاہرہ کیا تھا۔

ابن زیاد کا خط

قمر سہارنپوری

جب عمر سعد نے ابن زیاد کو یہ خبر دی کہ امام حسین علیہ السلام مدینہ یا کہیں اور واپس چلے جانے کو کہتے ہیں اور جب یہ خط ابن زیاد کو ملا اس وقت شمر بھی دربار میں موجود تھا۔ ابن زیاد سے کہنے لگا کہ امام حسین علیہ السلام آپ کی حدود مملکت سے اگر آپ کے ہاتھ پر بیعت کئے بغیر چلے گئے تو یہ امران کی قوت اور آپ کے عجز اور ضعف کی دلیل سمجھا جائے گا اسی وقت درشتی کے ساتھ عمر ابن سعد کو حسب ذیل جواب لکھا گیا ہے

اے پسر سعد میں نے تجھ کو اس واسطے نہیں بھیجا ہے کہ تو وہاں بیٹھ کر لڑائی سے اپنی جان بچائے اور نہ اس لئے کہ سست روی اختیار کرے اور نہ اس لئے کہ تو حسین کو بقائے سلامتی کی امید دلائے اور نہ اس لئے کہ ان کی نسبت مجھ سے عذر خواہ ہو اور نہ اس لئے کہ تو ان کی سفارش مجھ سے کرے پس یہ سمجھ لے کہ اگر امام حسین اور ان کے ساتھی میرا حکم مانیں اور اطاعت اختیار کریں۔ تو تو ان کو صحیح و سلامت میرے پاس بھیج دے اور اگر وہ اس سے انکار کریں تو ان پر پے در پے حملے کرنا یہاں تک کہ تو ان کو قتل کر ڈالے اور جب امام حسین کو قتل کر چکے تو گھوڑوں کے سموں سے ان کی لاش کو روند ڈالنا۔ اگر تو نے ان کے بارے میں ہمارے تمام احکام کی تعمیل کی تو ہم ضرور تجھ کو انعام سے سرفراز فرمائیں گے اور اگر تجھے اس سے انکار ہے تو ہمارے کام سے علیحدگی اختیار کر اور فوج کے تمام امور شمر ذی الجوشن کے سپرد کر دے ہم نے مناسب احکام اس کو دے دیئے ہیں

شمر ذی الجوشن اپنے ماتحت لشکر کے ساتھ مع عرفان کے بعجلت ۹ محرم کو کربلا میں داخل ہوا اور عمر ابن سعد کو ابن زیاد کا خط دیا عمر نے ابن زیاد کا خط پڑھ کر شمر کی طرف نظر کی اور کہا۔ قسم خدا کی تو نے اس کی رائے بدل دی اور اس کے مقصد کو متغیر کر دیا اور اس کو تو نے سخت مواخذہ کی حالت میں ڈال دیا اور تو شیطان ہے

تھوڑی سی کج بحثی کے بعد شمر نے عمر ابن سعد سے پوچھا کہ اب تیرا کیا ارادہ ہے۔ ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کرے گا کہ نہیں اگر تجھ کو اس کے حکم کی تعمیل منظور ہے تو امام حسین علیہ السلام سے کھل کر مقابلہ کر اور لڑ نہیں سکتا تو اس کی ہدایت کے مطابق اپنا عہدہ میرے سپرد کر دے عمر سعد نے کہا۔ لا ولا کرامۃ لک میں فوج کی سرداری نہیں چھوڑونگا۔ تو جس طرح سے اپنی پیادہ فوج کا سردار بن کر آیا ہے اسی طرح اپنے منصب پر قائم رہ میں امام حسین علیہ السلام سے جنگ کرنے کا پورا انتظام کئے لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر عمر سعد نے امام حسین علیہ السلام کے امور میں نہایت سختی اور شدت سے کام لینا شروع کیا اور اسی وقت حجر ابن الحر کو بلایا اور چار ہزار فوج کے ہمراہ غاضریہ کے گھاٹ کی حفاظت کے لئے مقرر کیا کیونکہ یہی ایک گھاٹ اسوقت تک چھوٹا ہوا تھا جس کی طرف سے لشکر گاہ حسینی میں پانی پہنچنے کی امید تھی اور جب حجر ابن الحر کی طرف سے کچھ شبہ ہوا تو شیث ابن ربعی کو ہزار سوار دے کر حجر کے معاملات کا نگراں بنایا اور اس جماعت کو بھی غاضریہ کی جانب روانہ کیا اور سخت تاکید کر دی کہ پانی کی ایک بوند بھی اہلبیت علیہم السلام کے خیام میں نہ جانے پائے

اس مستحکم انتظام کی کیفیت معلوم کر کے جاں نثاران حسین نے امام حسین علیہ السلام کی خدمت میں ابن زیاد کی اس تحریر کا خلاصہ عرض کیا جو شمر کی معرفت ابھی ابھی وصول ہوئی تھی۔ جب آپ نے شمر کا بیعت یزید کے معاملے میں یہ اصرار دیکھا تو فرمایا

قسم خدا کی میں تو کبھی ابن مرجانہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ نہ دونگا۔ یہ فرما کر آپ نے چند اشعار پڑھے اور اس کے بعد آپ نے تمام اصحاب کو علیحدہ ہٹ جانے کا حکم دیا۔ اور صرف حضرت عباس اور حضرت علی اکبر علیہما السلام کو ہمراہ لے کر ایک طرف آ گئے

آپ نے وہاں عمر سعد کو طلب فرمایا۔ وہ بھی اسی طرح مجرد اپنے بیٹے حفص اور غلام کو ہمراہ لے کر آیا۔ امام حسین علیہ السلام نے اس کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اے عمر ابن سعد تجھ پر افسوس ہے کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا اور تو میرے ساتھ مقابلہ کرنے میں ذرا بھی خوف نہیں کرتا۔ حالانکہ تجھ کو خوب معلوم ہے میں کس کا فرزند ہوں۔ پس تجھ کو لازم ہے کہ تو میری ہمراہی اختیار کر اور میرے فرمان کو قبول کر اور خدا کو شاد و خوشنود رکھ۔ آپ کا یہ ارشاد سن کر عمر بن سعد نے جواب دیا کہ یہ کام میں کیسے کر سکتا ہوں ابن زیاد میرا گھر کھدوا ڈالے گا۔ میں اپنے اہل و عیال کے لئے سخت خوف زدہ ہوں۔ امام حسین علیہ السلام اس کے ایسے مہمل اور ضعیف عذر سننے کے بعد سمجھ لیا کہ یہ ابن زیاد کی مطابعت میں ہمارا خون ضرور بہائے گا اور ہر جور و ستم کے اظہار سے کبھی باز نہ آئے گا تو آپ نے اس سے یہ فرما کر رخصت کر دیا کہ یہ تجھ کو کیا سوجھی ہے، خدائے سبحانہ، تعالیٰ تجھ کو تیرے فرش راحت ہی پر جلد قتل کرائے گا اور تجھ کو روز قیامت اور وقت پرسش حساب کبھی نہ بخشے گا خدا کی قسم مجھ کو امید ہے کہ تجھ کو گندم عراق سے بہت ہی کم کھانا نصیب ہوگا یہ سن کر عمر ابن سعد اٹھ کھڑا ہوا اور بطور استہزا کہنے لگا۔ اگر مجھے گیہوں نہ ملیں گے تو میں جو ہی پر قناعت کر لوں گا۔ اسی وقت سے عرب میں یہ ضرب المثل مشہور ہو گئی اور فارسی میں بھی اس کا ترجمہ کر لیا گیا کہ

عمر گندم اگر بہم نہ رسد جو غنیمت است

(طبری، اعثم کوفی وغیرہ)

بہر حال ابن سعد تو اپنے لشکر کی جانب واپس چلا گیا اور امام حسین علیہ السلام اپنے خیام میں آ گئے اور دیر تک آئندہ پیش آنے والے مصائب پر غور فرماتے رہے

بقیہ :- سرگودہا کے مسائل

کا ارادہ رکھتے ہیں ان تمام وزراء میں سے کسی ایک سے بھی قسم لے لیں کہ جب سے اب تک ایک بار بھی وہ سرگودھا تشریف لائیں ہوں یا انھوں نے عوام کے مسائل سننے کوشش کی ہو جب کہ سرگودھا کی پوری حکومتی انتظامیہ پر قومی اتحاد کے بڑے بڑے لیڈروں کا اثر رسوخ ہے اور وہ ایجنٹوں کے طور پر کام کر رہے ہیں جن کی ایجنٹی صرف ذاتی مفاد پر مبنی ہے عوام کے مفاد پر نہیں یہ ہی وجہ ہے کہ وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے

جس کا مقصد عوام اور پیپلز پارٹی کے خلاف مارشل لاء حکومت کو شہ دینا اور نفرت دلانا ہو یہی ان کے فرائض ہیں جنھیں وہ سرگودھا ہی میں نہیں بلکہ پورے پاکستان میں یہ حسن و خوبی نبھا رہے ہیں ہم اکثر اپنی تحریروں میں کئی بار مارشل لاء انتظامیہ کی توجہ قومی اتحاد کے ایجنٹوں کے طور پر کام کرنے والے افسران اور لیڈروں کی طرف دلا چکے ہیں کہ وہ ہر پہلو سے مارشل لاء انتظامیہ کو ناکام بنانے اور ان سے غلط قسم کے مفاد حاصل کر کے انھیں بدنام کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ جس میں انھیں کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ بہرحال اگر آپ میں سے کسی کو بھی سرگودھا آنے کی سعادت نصیب ہو تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہاں کے مسائل کتنے توجہ طلب ہیں ہر محکمہ گلی کوچہ آپ کو توجہ طلب نظر آئے گا۔

بقیہ :- جماعت اسلامی

بھی نہیں کر سکتے

ایسی آمرانہ جماعت میں اس بات کے قطعی امکانات ہوتے ہیں کہ دشمن اس جماعت میں اپنے ایجنٹ داخل کر دے مولانا کوثر نیازی کی مثال اس سلسلے میں بہت واضح ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور مثال بھی ہے جب ایک پولیس کا مخبر پنجاب کی جماعت اسلامی کے سیکریٹری جنرل کے عہدے پر پہنچ گیا تھا۔ اس شخص نے جماعت اسلامی کے ہیڈ کوارٹر میں برسوں کام کیا۔ اس شخص کو اس وقت پارٹی سے نکالا گیا جب یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ وہ شخص پولیس کا مخبر تھا اور بھٹو حکومت اسے باقاعدگی سے مشاہرہ ادا کرتی تھی اب یہ شخص مسلم لیگ میں ہے یہی وہ شخص تھا جس نے ۱۹۷۷ء کو قومی اتحاد کی تحریک کے دوران جناب بھٹو اور مولانا مودودی کی ملاقات کرائی تھی اگر پاکستان کی پولیس جماعت اسلامی میں اس طرح اپنے مخبر داخل کر سکتی ہے تو ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ پاکستانی پولیس سے زیادہ موثر اور فعال غیر ملکی تنظیمیں جو سعودی عرب کی نقاب پہن کر کام کر رہی ہیں۔ کیوں اپنے مخبر اس پارٹی میں نہیں چھوڑ سکتیں

بقیہ :- سرگودہا کی ڈائری

پکڑ رکھا ہے اور اس وقت تک دامن پکڑے رہنے کا عہد کر رکھا ہے جب تک انھیں وزارت نہیں مل جاتی گوندی صاحب کے بارے میں آجکل یہ خبریں عام ہیں کہ انھوں نے غریب لوگوں کی زمینیں ہتیا رکھی ہیں جن کے متعلق اخبارات میں جنرل ضیاء سے اپیل کے بھی اشتہارات آ چکے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جیت کس کی ہوتی ہے عوام کی نظریں دونوں پر لگی ہیں بہر کیف معاملہ بڑا گمبھیر ہے کیونکہ صوبائی وزارت کے قلمدان نے دونوں کو ایک دوسرے کے خلاف لا کھڑا کیا ہے

اُدھر جمہوری پارٹی کے راؤ عبدالمنان ہیں شہر سرگودھا کے مہا چودھریوں میں ایک گنے جاتے ہیں یہ موصوف ۱۹۷۷ء میں بھی جمہوری پارٹی میں صرف ٹکٹ کے لئے شامل ہوئے تھے ان کے متعلق بھی آجکل رجعت پسند اخبارات بہت کچھ لکھ رہے ہیں اور انھیں مومن بنا کر پیش کر رہے ہیں راؤ صاحب جن کا ماضی - حال، مستقبل تمام ہی خراب ہیں ان کے متعلق اس شہر کا بچہ بچہ جانتا کہ وہ کس قسم کے آدمی ہیں شہر کے زبردست بلیکر عیاش اور شرابی شمار ہوتے ہیں شہر کے کسی بھی شریف آدمی سے اگر آپ ان کے بارے میں رائے لیں تو وہ بھی کہے گا کہ یہ شخص کسی طور پر بھی وزارت کے قابل نہیں ہے

راؤ عبدالمنان کے مقابلہ میں جمہوری پارٹی کے ہی میر صاحب ہیں۔ جو راؤ صاحب سے دو ہاتھ زیادہ ہی آگے ہیں۔ دونوں حضرات صوبائی وزارتوں کے اُمیدوار ہیں راؤ صاحب غنڈوں اور شرابیوں کی آواز ہیں جبکہ میر امانت مخصوص طبقہ میں جانے جاتے ہیں

جماعت اسلامی سرگودھا کے امیر محمد سلیم صاحب جماعت اسلامی سرگودھا کے کوٹہ کی نشست کے اُمیدوار ہیں جبکہ جمعیت علماء اسلام کے نئے امیر اسلم کچھیلا ہیں ان کے متعلق بھی دنیا جانتی ہے کہ وہ کس قماش کے آدمی ہیں ان کا بھی غنڈوں کے سرپرستوں میں شمار ہوتا ہے مختصر یہ کہ کچھیلا کی شہرت اچھی نہیں ہے ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں بھی اس نے بہت کوشش کی کہ صوبائی اسمبلی کا ٹکٹ حاصل کر لے لیکن بری شہرت اور کردار کے باعث ٹکٹ حاصل نہ کر سکا۔

اب یہ فیصلہ جنرل ضیاء کو کرنا ہے کہ کیا وہ بری شہرت رکھنے والے ان اُمیدواروں کو صوبائی وزارت کا قلمدان سونپیں دیں گے؟

بقیہ :- منڈی بہاؤالدین

کے نائب صدر چوہدری محمد اقبال چارٹرڈ ایپیلز رائٹرز ایسوسی ایشن منڈی بہاؤالدین کے جنرل سیکریٹری چوہدری محمد ظفر اللہ تارڑ ایڈوکیٹ انجمن کاشتکاران ضلع منڈی بہاؤالدین کے صدر چوہدری بشیر احمد گوندل پاکستان کسان تنظیم کے صدر چوہدری محمد عنایت چوہدری سیکریٹری پریس کلب منڈی بہاؤالدین میاں محمد شریف لاکھ

ایک قرارداد کے ذریعے برصغیر پاک و ہند کے عظیم انقلابی مزدور رہنما جناب فضل الہی قربانی کی وفات پر گہرے رنج و غم کا اظہار کیا گیا

شاہ تاج شوگر ملز کے محنت کشوں کو اپنے حقوق و مفادات کی خاطر جدوجہد کرنے اور اپنے مطالبات اپنی قوت سے ملز انتظامیہ سے منوانے پر شاندار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا گیا ممتاز صحافی جناب حسین نقی اور ویو پوائنٹ کے ایڈیٹر مظہر علی خان سمیت ملک بھر کے گرفتار شدہ طلباء مزدور کسان وکلاء صحافی اور دیگر محنت کش رہنماؤں و کارکنوں کو فی الفور رہا کرنے کا مطالبہ کیا گیا اور ان کے خلاف قائم کئے گئے جھوٹے مقدمات واپس لینے پر زور دیا گیا۔ ملوں سے برطرف شدہ مزدوروں اور کھیتوں سے بے دخل کئے گئے کسانوں کو بحال کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔

ہفت روزہ
رازدان
کراچی
بھارت پھر
پاکستان
کی گھات
میں
قیمت

WEEKLY RAZDAN KARACHI REGD. NO. S.2790